حصۂ دوم رسالہ فتح اسلام از تالیفات مجدد دوران
مسیح الزمان مرزا غلام احمد صاحب رئیس قادیان حکام نامی ہے

الہامی

توضیح مرام

الہامی
جعلناک المسیح ابن مریم + قل ان افتریتہ فعلیّ اجرامی

الہامی
کان وعد اللہ مفعولا + انت اشد مناسبۃ بعیسی ابن مریم واشبہ الناس بہ خلقا وخلقا وزمانا

در مطبع ریاض ہند امرتسر باہتمام شیخ نور احمد مالک مطبع کے طبع ہوا

قیمت فی جلد ۸

اعلان

اس رسالہ کے بعد ایک اور رسالہ بھی چند روز

میں طبع ہو کر طیار ہو جائیگا جسکا نام ازالہ اوہام ہے

وہ رسالہ فتح اسلام کا تیسرا حصہ ہے

المعلن مرزا غلام احمد عفی عنہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ والسلام علی عبادہ الذین اصطفی

حصہ دوم رسالہ فتح اسلام از تالیفات مجدد دوران
مسیح الزمان مرزا غلام احمد صاحب رئیس قادیان جسکا نام ہے

الہامی

توضیح مرام

الہامی
کیا شک ہے ماننے میں تمہیں اس مسیح کے ÷ جسکی مماثلت کو خدا نے بتادیا

حاذق طبیب پاتے ہیں تم سے یہی خطاب ÷ خوبوں کو بھی تو تم نے مسیحا بنادیا
الہامی

در مطبع ریاض ہند امرتسر باہتمام شیخ نور احمد مالک مطبع کے طبع ہوا

قیمت فی جلد ۸ر

اعلان

اس رسالہ کے بعد ایک اور رسالہ بھی چند روز

میں طبع ہو کر طیار ہو جائیگا جسکا نام ازالہ اوہام ہے

وہ رسالہ فتح اسلام کا تیسرا حصہ ہے

المعلن مرزا غلام احمد عفی عنہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَالسَّلَامُ عَلٰی عِبَادِہِ

الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

مسیح کا دوبارہ دُنیا میں آنا

مسلمانوں اور عیسائیوں کا کسیقدر اختلاف کے ساتھ یہ خیال ہے کہ حضرت مسیح بن مریم اسی عنصری وجود سے آسمان کی طرف اُٹھائے گئے ہیں اور پھر وہ کسی زمانہ میں آسمان سے اُترینگے میں اِس خیال کا غلط ہونا اپنے اسی رسالہ میں لکھ چکا ہوں اور نیز یہ بھی بیان کر چکا ہوں کہ اُس نزول سے مراد درحقیقت مسیح بن مریم کا نزول نہیں بلکہ استعارہ کے طور پر ایک مثیل مسیح کے آنے کی خبر دی گئی ہے جسکا مصداق حسب اعلام و الہام الٰہی یہی عاجز ہے اور مجھے یقیناً معلوم ہے کہ میری اِس رائے کے شایع ہونے کے بعد جس پر میں بیّنات الہام سے قایم کیا گیا ہوں بہت سی قلمیں مخالفانہ طور پر اُٹھینگی اور ایک تعجب اور انکار سے بھرا ہوا شور

عوام میں پیدا ہوگا اور میرا ارادہ تھا کہ بالفعل میں کلام کو طول دینے سے
مجتنب رہوں - اور اعتراضات کے پیش ہونیکے وقت انکے دفع رفع
کے لئے مفصل وجوہات و دلائل جیسے معترضین کے خیالات کے حالات
موجود ہوں پیش کروں لیکن اب مجھے اس ارادہ میں یہ نقص معلوم ہوا
ہے کہ میری کوتاہ قلمی کی حالت میں نہ صرف عوام الناس بلکہ مسلمانوں
کے خواص بھی جو انکے بعض مولوی ہیں بباعث اپنے قصور فہم کے جو انکی حالت
منزلہ کو لازم پڑا ہوا ہے اور نیز بوجہ متاثر ہونیکے ایک پرانے خیال سے
خواہ نخواہ میری بات کو رد کرنے کے لئے مدعیانہ کھڑے ہونگے اور اپنے
دعوے کے طرفدار بنکر بہر حال اسی دعوے کی سچائی ثابت ہو جانا چاہینگے پس مدعی
ہوکر مقابل پر کھڑے ہو جانا انکے لئے سخت حجاب ہو جائیگا جس سے باہر نکلنا
اور اپنی مشہود کردہ رائے سے رجوع کرنا انکے لئے مشکل بلکہ محال ہوگا -
کیونکہ ہمیشہ یہی دیکھا جاتا ہے کہ جب کوئی مولوی ایک رائے کو علی رؤس الاشہاد
ظاہر کر دیتا ہے اور اپنا فیصلہ ناطق اسکو قرار دیتا ہے تو پھر اس رائے سے
عود کرنا اسکو موت سے بدتر دکھائی دیتا ہے لہذا میں نے ترحماً للہ یہ
چاہا کہ قبل اسکے کہ وہ مقابل پر آکر ہٹ اور ضد کی بلائیں پھنس جائیں آپ ہی

انکو ایسے صاف اور مدلل طور پر سمجھا دیا جائے کہ جو ایک دانا اور منصف
اور طالب حق کی تسلی کے لئے کافی ہو اگر بعد میں پھر لکھنے کی ضرورت پڑیگی
تو شاید ایسے لوگوں کے لئے وہ ضرورت پیش آوے کہ جو نہایت درجہ کے
سادہ لوح اور غبی ہیں جنکو آسمانی کتابوں کے استعارات مصطلحات
و دقائق تاویلات کی کچھ بھی خبر بلکہ مس تک نہیں اور لا یمسہ
کی نفی کے نیچے داخل ہیں۔

اب پہلے ہم صفائی بیان کے لئے یہ لکھنا چاہتے ہیں کہ بائبل
اور ہماری احادیث اور اخبار کی کتابوں کے رو سے جن نبیوں کا اسی
وجود عنصری کے ساتھ آسمان پر جانا تصور کیا گیا ہے وہ دو نبی ہیں ایک
یوحنا جسکا نام ایلیا اور ادریس بھی ہے دوسرے مسیح بن مریم جن کو
عیسیٰ اور یسوع بھی کہتے ہیں ان دونوں نبیوں کی نسبت عہد قدیم او
جدید کے بعض صحیفے بیان کر رہے ہیں کہ وہ دونوں آسمان کی طرف
اٹھائے گئے اور پھر کسی زمانہ میں زمین پر اترینگے اور تم انکو آسمان
سے آتے دیکھوگے انہیں کتابوں سے کسیقدر ملتے جلتے الفاظ احادیث
نبویہ میں بھی پائے جاتے ہیں لیکن حضرت ادریس کی نسبت جو بائبل میں یوحنا

یا ایلیا کے نام سے پکارے گئے ہیں انجیل میں یہ فیصلہ دیا گیا ہے
کہ یحییٰ بن ذکریا کے پیدا ہونے سے انکا آسمان سے اترنا وقوع
میں آگیا ہے چنانچہ حضرت مسیح صاف صاف الفاظ میں فرماتے
ہیں کہ یوحنا جو آنے والا تھا یہی ہے چاہو تو قبول کرو سو ایک
نبی کے محکمہ سے ایک آسمان پر جانے والے اور پھر کسی وقت اُترنے
والے یعنے یوحنا کا مقدمہ تو انفصال پا گیا اور دوبارہ اُترنے
کی حقیقت اور کیفیت معلوم ہو گئی چنانچہ تمام عیسائیوں کا متفق
علیہ عقیدہ جو انجیل کے رو سے ہونا چاہئے یہی ہے کہ یوحنا جسکے
آسمان سے اُترنے کا انتظار تھا وہ حضرت مسیح کے وقت میں
آسمان سے اس طرح اُترا آیا کہ ذکریا کے گھر میں الیصابات اور زکریا
کا بیٹا ہوا جسکا نام یحییٰ تھا البتہ یہودی اُسکے اُترنے کے اب تک
منتظر ہیں اُنکا بیان ہے کہ وہ مسیح آسمان سے اُترے گا۔ اول
بیت المقدس کے مناروں پر اُسکا نزول ہوگا پھر وہاں سے
یہودی لوگ اکٹھے ہو کر اُسکو کسی نردبان وغیرہ کے ذریعہ سے نیچے
اوتار لیں گے اور جب یہودیوں کے سامنے وہ تاویل پیش کی

جائے جو حضرت مسیح علیہ السلام نے یوحنا کے اُترنے کے بارے میں
کی ہے تو وہ فی الفور غصہ سے بھر کر حضرت مسیح اور ایسے ہی حضرت
یحییٰ کے حق میں ناگفتنی باتیں سُناتے ہیں اور اُس نبی کے
فرمودہ کو ایک ملحدانہ خیال تصور کرتے ہیں بہر حال آسمان سے
اُترنے کا لفظ جو تاویل رکھتا ہے مسیح کے بیان سے اُسکی حقیقت
ظاہر ہوئی اور اُنہیں کے بیان سے یوحنا کے آسمان سے اُترنے کا
جھگڑا طے ہوا اور یہ بات کھل گئی کہ آخر اُترے تو کس طرح اُترے
مگر مسیح کے اُترنے کے بارے میں ابتک بڑے جوش سے بیان
کیا جاتا ہے کہ وہ عمدہ اور شاہانہ پوشاک قیمتی پارچات کی پہنی
ہوئی + فرشتوں کے ساتھ آسمان سے اُترینگے مگر ان دونوں
کا اِس پر اتفاق نہیں کہ کہاں اُترینگے آیا مکہ معظمہ میں یا لنڈن

حاشیہ + یہ پارچات از قسم پشمینہ یا ابریشم ہونگے جیسے چوڑیا گلبدن
اطلس کمخواب زربفت زری لاہی یا معمولی سوتی کپڑے جیسے نین سوکھ
تن زیب انگلیک چکن گلشن ململ جالی خاصہ ڈوریا چارخانہ اور کس نے آسمان
میں بُنے اور کس نے سیئے ہونگے ابتک کسی نے مسلمانوں یا عیسائیوں میں سے اسکا کچھ پتہ نہیں دیا

کے کسی گرجا میں یا ماسکو کی شاہی کلیسیا میں۔ اگر عیسائیوں کو یہ اُن کے
خیالات کی تقلید رہزن نہ ہو تو وہ مسلمانوں کی نسبت بہت جلد
سمجھ سکتے ہیں کہ مسیح کا اُترنا اُسی تشریح کے موافق چاہئے جو خود حضرت
مسیح کے بیان سے صاف لفظوں میں معلوم ہو چکی ہے کیونکہ یہ ممکن
نہیں کہ ایک ہی صورت کے دو امر دو متناقض معنوں پر محمول ہو سکیں
یہ بات اہل الرائے کے غور کے قابل ہے کہ اگر حضرت مسیح کی وہ تاویل
جو اُنہوں نے یوحنا کے آسمان سے اُترنے کی نسبت کی ہے فی الواقع
صحیح ہے تو کیا حضرت مسیح کے نزول کے مقدمہ میں جو اسی پہلے مقدمہ
کا ہمشکل ہے اسی تاویل کو کام میں نہیں لانا چاہئے جس حالت
میں ایک نبی اس سربستہ راز کی اصل حقیقت کھول چکا ہے اور
قانون قدرت بھی اسی کو چاہتا اور اُسی کو مانتا ہے تو پھر اس صاف
اور سیدہی راہ کو چھوڑ کر ایک پیچیدہ اور قابل اعتراض راہ کی
طرف سے کھودنا کیونکر قبول کرنے کے لایق ٹھہر سکتا ہے کیا ذی علم
ہو کر ایماندار لوگوں کا کانشنس جسکو مسیح کے بیان سے بھی پوری
پوری مدد مل گئی ہے کسی اور طرف اپنا رُخ کر سکتا ہے۔ اور مسیحی لوگ

تو اس وقت سے دس برس پہلے اپنی یہ پیش گوئی بھی انگریزی اخباروں کے ذریعہ سے شایع کر چکے ہیں کہ تین برس تک مسیح آسمان سے اُترنے والا ہے اب جو خدا تعالیٰ نے اُس اُترنے والے کا نشان دیا۔ تو مسیحیوں پر لازم ہے کہ سب سے پہلے وہی اُسکو قبول کریں تا اپنی پیشگوئی کے آپ ہی مکذّب نہ ٹھہریں۔

عیسائی لوگ اس بات کے بھی قائل ہیں کہ حضرت مسیح اُٹھائے جانے کے بعد بہشت میں داخل ہو گئے لوکا کی انجیل میں خود حضرت مسیح ایک چور کو تسلی دیکر کہتے ہیں کہ **آج تو میرے ساتھ بہشت میں داخل ہوگا** + اور عیسائیوں کا یہ عقیدہ بھی متفق علیہ ہے کہ کوئی شخص بہشت میں داخل ہو کر پھر اس سے نکالا نہیں جائیگا گو کیسا ہی ادنیٰ درجہ کا آدمی ہو چنانچہ یہی عقیدہ مسلمانوں کا بھی ہے اللہ جل شانہٗ **قرآن شریف** میں فرماتا ہے وما ھم منھا بمخرجین۔ یعنے جو لوگ بہشت میں داخل کیے جائینگے پھر اُس سے نکالے نہیں جائینگے

حاشیہ + دیکھو انجیل لوکا باب ۲۳ آیت ۲۸

اور قرآن شریف میں اگرچہ حضرت مسیح کے بہشت میں داخل ہونیکا
بہ تصریح کہیں ذکر نہیں لیکن انکی وفات پا جانے کا تین جگہہ
ذکر ہے٭ اور مقدس بندوں کے لئے وفات پانا اور بہشت میں
داخل ہونا ایک ہی حکم میں ہے کیونکہ بہ طبق آیت قیل ادخل
الجنۃ وادخلی جنتی وہ بلا توقف بہشت میں داخل کئے جاتے
ہیں اب مسلمانوں اور عیسائیوں دونوں گروہ پر واجب ہے
کہ اس امر کو غور سے جانچیں کہ کیا یہ ممکن ہے کہ ایک مسیح جیسا
مقرب بندہ بہشت میں داخل کرکے پھر اُس سے باہر نکالا جائے؟
کیا اس میں خدا تعالیٰ کے اس وعدہ کا تخلف نہیں جو اُس کی
تمام پاک کتابوں میں بتواتر و تصریح موجود ہے؟ کہ بہشت میں
داخل ہونے والے پھر اُس سے نکالے نہیں جائینگے کیا ایسے
بزرگ اور حتمی وعدہ کا ٹوٹ جانا خدا تعالیٰ کے تمام وعدوں پر

حاشیہ٭ قال اللہ تعالیٰ فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم دیکھو سورۃ
مائدہ الجزو نمبر ۷ و ان من اھل الکتاب الا لیومنن بہ قبل موتہ
سورۃ النساء الجزو نمبر ۶ - اذ قال اللہ یا عیسیٰ انی متوفیک ورافعک الی

سورۃ آل عمران الجزو نمبر ۳ منہ

ایک سخت زلزلہ نہیں لاتا؟ پس یقیناً سمجھو کہ ایسا اعتقاد رکھنے میں نہ صرف مسیح پر ناجائز معصیت وارد کرو گے بلکہ ان لغو باتوں سے خدا تعالیٰ کی کسرِ شان اور کمال درجہ کی بے ادبی بھی ہو گی اس امر کو ایک بڑے غور اور دیدہ تعمق سے دیکھنا چاہئے کہ ایک ادنیٰ اعتقاد ہے جس سے نجات پانے کے لئے استعارہ کی راہ موجود ہے بڑی بڑی دینی صداقتیں آپکے ہاتھ سے فوت ہوتی ہیں۔ اور درحقیقت یہ ایک ایسا فاسد اعتقاد ہے جس میں ہزاروں خرابیاں سخت الجھن کے ساتھ گرہ در گرہ لگی ہوئی ہیں اور مخالفوں کو ہنسی اور ٹھٹھے کے لئے موقعہ ہاتھ آتا ہے میں نے پہلے بھی ذکر کیا ہے کہ یہی معجزہ کفار مکہ نے ہمارے سید و مولیٰ حضرت خاتم الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم سے مانگا تھا کہ آسمان پر ہمارے روبرو چڑھیں اور روبرو ہی اتریں اور انہیں جواب ملا تھا کہ قل سبحان ربی یعنے خدا تعالیٰ کی حکیمانہ شان اس سے پاک ہے کہ ایسے کھلے کھلے خوارق اس دارالابتلا میں دکھا دے اور ایمان بالغیب کی حکمت کو تلف کرے۔

اب میں کہتا ہوں کہ جو امر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جو

افضل الانبیاء کے لئے جائز نہیں اور سنت اللہ سے باہر سمجھا گیا - وہ
حضرت مسیح کے لئے کیونکر جائز ہو سکتا ہے یہ کمال بے ادبی ہوگی
کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت ایک کمال کو مستبعد خیال
کریں اور پھر وہی کمال حضرت مسیح کی نسبت قریب قیاس مان لیں۔
کیا کسی سچے مسلمان سے ایسی گستاخی ہو سکتی ہے ؟ ہرگز نہیں۔
اور یہ امر بھی قابل اظہار ہے کہ یہ خیال مذکورہ بالا جو کچھ عرصہ سے
مسلمانوں میں پھیل گیا ہے صحیح طور پر ہماری کتابوں میں اسکا
نام و نشان نہیں بلکہ احادیث نبویہ کی غلط فہمی کا یہ ایک غلط نتیجہ
ہے جسکے ساتھ کئی بیجا حاشیئے لگا دیئے گئے ہیں اور بے اصل موضوعات
سے انکو رونق دی گئی ہے اور تمام وہ امور نظر انداز کر دیئے گئے
ہیں جو مقصود اصلی کی طرف رہبر ہو سکتے ہیں اس بارے میں نہائت
صاف اور واضح حدیث نبوی وہ ہے جو امام محمد اسماعیل بخاری
رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں بروایت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ لکھی ہے۔
اور وہ یہ ہے کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم و امامکم
منکم۔ یعنے اس دن تمہارا کیا حال ہوگا جب ابن مریم تم میں اتریگا

وہ کون ہے ? وہ تمہارا ہی ایک امام ہوگا جو تم ہی میں سے پیدا ہوگا
پس اس حدیث میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف فرما
دیا کہ ابن مریم سے یہ مت خیال کرو کہ سچ مچ مسیح بن مریم ہی اُتر آئیگا
بلکہ یہ نام استعارہ کے طور پر بیان کیا گیا ہے ورنہ درحقیقت وہ
تم میں سے تمہاری ہی قوم میں سے تمہارا ایک امام ہوگا جو ابن مریم
کی سیرت پر پیدا کیا جائیگا - اس جگہ پرانے خیالات کے لوگ
اس حدیث کے معنے اس طرح پر کرتے ہیں کہ جب حضرت مسیح آسمان
سے اُتریں گے تو وہ اپنے منصب نبوت سے مستعفی ہو کر آئیں گے
انجیل سے اُنہیں کچھ غرض نہیں ہوگی اُمت محمدیہ میں داخل ہو کر
قرآن شریف پر عمل کرینگے پنج وقت نماز پڑھینگے اور مسلمان
کہلائینگے !!! - مگر یہ بیان نہیں کیا گیا کہ کیوں اور کس وجہ سے یہ
تنزل کی حالت اُنہیں پیش آئیگی بہرحال اس قدر ہمارے
بھائیوں مسلمان محمدیوں نے آپ ہی مان لیا ہے کہ ابن مریم
اسدن ایک مرد مسلمان ہوگا جو اپنے تئیں اُمت محمدیہ میں سے
ظاہر کریگا اور اپنی نبوت کا نام بھی نہ لیگا جو پہلے اُسکو عطا کی گئی

تھی اور درحقیقت یہی ایک بھاری مشکل ہے کہ جو استعارہ کو حقیقت پر حمل کرنے سے ہماری بھائیوں کو پیش آگئی ہے جسکی وجہ سے اُنہیں ایک نبی کا اُسکے منصب نبوت سے محروم ہوجانا تجویز کرنا پڑا۔

اگر وہ ان صاف اور سیدھے معنوں کو مان لیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے پاک الفاظ سے پائے جاتے ہیں جن کے مطابق پہلے حضرت مسیح یوحنّا نبی کے بارے میں بیان فرما چکے ہیں تو ان تمام پُرتکلف مُشکلات سے مخلصی پا جائینگے نہ حضرت مسیح کی روح کو بہشت سے نکالنے کی حاجت پڑیگی اور نہ اُس مقدس نبی کی نبوت کا خلع تجویز کرنا پڑیگا اور نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی شان میں ہجو ملیح کے مرتکب ہونگے اور نہ احکام قرآنی کے منسوخ ہونے کا اقرار کیا جائیگا۔

شاید آخری عذر ہماری بھائیوں کا یہ ہوگا کہ بعض الفاظ جو صحیح حدیثوں میں حضرت مسیح کی علامات میں بیان کئے گئے ہیں انکی تطبیق کیونکر کریں مثلاً لکھا ہے کہ مسیح جب آئیگا تو صلیب کو توڑیگا اور جزیہ کو اُٹھا دیگا اور خنزیروں کو قتل کردیگا اور اُس وقت

آئیگا کہ جب یہودیت اور عیسائیت کی بدخصلتیں مسلمانوں میں پھیلی ہوئی ہونگی میں کہتا ہوں کہ صلیب کے توڑنے سے مراد کوئی ظاہری جنگ نہیں بلکہ روحانی طور پر صلیبی مذہب کا توڑ دینا اور اُسکا بُطلان ثابت کرکے دکھا دینا مراد ہے جزیہ اُٹھا دینے کی مراد خود ظاہر ہے جس سے یہ اشارہ ہے کہ ان دنوں میں خودبخود دل سچائی اور حق کی طرف کھنچے جائینگے کسی لڑائی کی حاجت نہیں ہوگی خودبخود ایسی ہوا چلیگی کہ جوق درجوق اور فوج درفوج لوگ دین اسلام میں داخل ہوتے جائیں گے پھر جب دین اسلام میں داخل ہونیکا دروازہ کھل جائیگا اور ایک عالم کا عالم اس دین کو قبول کرلیگا تو پھر جزیہ کس سے لیا جائیگا مگر یہ سب کچھ ایک دفعہ واقع نہیں ہوگا ہاں ابھی سے اسکی بنا ڈالی جائیگی اور خنزیر سے مراد وہ لوگ ہیں جن میں خنزیروں کی عادتیں ہیں وہ اُس روز حجت اور دلیل سے مغلوب کئے جائیں گے اور دلایل بینہ کی تلوار اُنہیں قتل کریگی۔ نہ یہ کہ ایک پاک نبی جنگلوں میں خنزیروں کا شکار کھیلتا پھریگا۔

اے میری پیاری قوم! یہ سب استعارے ہیں جنکو خدا تعالیٰ کی
طرف سے فہم دیا گیا ہے وہ نہ صرف آسانی سے بلکہ ایک قسم کے ذوق
سے اُنکو سمجھ جائیں گے ایسے عمدہ اور بلیغ مجازی کلمات کو حقیقت
پر اُتارنا گویا ایک خوبصورت معشوق کا ایک دیو کی شکل میں خاکہ
کھینچنا ہے۔ بلاغت کا تمام مدار استعارات لطیفہ پر ہوتا ہے اسی وجہ
سے خدا تعالیٰ کے کلام نے بھی جو ابلغ الکلام ہے جبقدر استعاروں
کو استعمال کیا ہے اور کسی کے کلام میں یہ طرز لطیف نہیں ہے۔ اب
ہر جگہ اور ہر محل میں اُن پاکیزہ استعاروں کو حقیقت پر حمل کرتے
جانا گویا اُس کلام معجز نظام کو خاک میں ملا دینا ہے پس اس طریق سے
نہ صرف خدا تعالیٰ کے چہرہ بلاغت کلام کا اصلی منشاء رہ جاتا ہے بلکہ
ساتھ ہی اُس کلام کی اعلیٰ درجہ کی بلاغت کو برباد کر دیا جاتا ہے خوبصورت
اور دلچسپ طریقے تفسیر کے وہ ہوتے ہیں جن میں متکلم کی اعلیٰ شان
بلاغت اور اُسکے روحانی اور بلند اداؤں کا بھی خیال رہے نہ یہ کہ
نہایت درجہ کے سفلی اور بدنما اور بے طرح ہوئے معنے جو ہجو ملیح کے
حکم میں ہوں اپنی طرف سے گھڑے جائیں اور خدا تعالیٰ کے پاک کلام

کو جو پاک اور نازک دقایق پر مشتمل ہے صرف دہقانی لفظوں تک محدود خیال کر لیا جائے ہم نہیں سمجھتے کہ اُن نہایت دقیق اسرار کے مقابلہ پر جو خدا تعالیٰ کے کلام میں ہونے چاہئے اور بکثرت ہیں۔ کیوں بدشکل اور موٹے اور کریہ معنے پسند کئے جاتے ہیں؟ اور کیوں اُن لطیف معنوں کی وقعت نہیں جو خدا تعالیٰ کی حکیمانہ شان کے موافق اور اُسکے عالی مرتبہ کلام کے مناسب حال ہیں؟ اور ہمارے علماء کے دماغ اس بوجہ سرکشی سے کیوں پُر ہیں کہ وہ الہی فلسفہ کو دیکھنا نہیں چاہتے! جن لوگوں نے ان تحقیقوں میں اپنا خون اور پسینہ ایک کر دیا ہے اُنکو بیشک ہمارے اس بیان سے نہ انکا بلکہ مزہ آئیگا اور ایک تازہ صداقت اُنکو ملیگی جسکو وہ بڑی مدد کے ساتھ قوم میں بیان کرینگے اور پبلک کو ایک روحانی فایدہ پہنچائیں گے لیکن جنہوں نے صرف سرسری نگاہ تک اپنی فکر اور عقل کو ختم کر رکھا ہے وہ بجز اسکے کہ ناحق کے اعتراضات کی میزان بڑھاویں اور بیجا رستخیز قایم کریں اور کچھ اسلام کو اپنے وجود سے فایدہ نہیں پہنچا سکتے۔

اب ہم یہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ ہمارے ہادی اور سیدنا مولی جناب
ختم المرسلین نے مسیح اول اور مسیح ثانی میں ما بہ الامتیاز قایم
کرنیکے لیئے صرف یہی نہیں فرمایا کہ مسیح ثانی ایک مرد مسلمان ہوگا
اور شریعت قرآنی کے موافق عمل کریگا اور مسلمانوں کی طرح صوم
و صلوۃ وغیرہ احکام فرقانی کا پابند ہوگا اور مسلمانوں میں پیدا ہوگا
اور اُنکا امام ہوگا اور کوئی جُداگانہ دین نہ لائیگا اور کسی جُداگانہ نبوت
کا دعوی نہیں کریگا بلکہ یہ بھی ظاہر فرمایا ہے کہ مسیح اول اور مسیح
ثانی کے حلیہ میں بھی فرق بین ہوگا چنانچہ مسیح اول کا حلیہ جو آں
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کی رات میں نظر آیا وہ یہ ہے کہ
درمیانہ قد اور سُرخ رنگ گھنگروالے بال اور سینہ کشادہ ہے دیکھو
صحیح بخاری صفحہ ٤٨٩ - لیکن اسی کتاب میں مسیح ثانی کا حلیہ جناب
ممدوح نے یہ فرمایا ہے کہ وہ گندم گوں ہے اور اُسکے بال گھنگروالے
نہیں ہیں اور کانوں تک لٹکتے ہیں - اب ہم سوچتے ہیں کہ کیا یہ
دونوں ممیز علامتیں جو مسیح اول اور ثانی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے بیان فرمائی ہیں کافی طور پر یقین نہیں دلاتیں کہ مسیح اول

اور بیٹے اور مسیح ثانی اور اُن دونوں کو ابن مریم کے نام سے پکارنا
ایک لطیف استعارہ ہے جو باعتبار مشابہت طبع اور روحانی خاصیت
کے استعمال کیا گیا ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ اندرونی خاصیت کے مشابہت
کے رو سے دو نیک آدمی ایک ہی نام کے مستحق ہو سکتے ہیں اور
ایسا ہی دو بد آدمی بھی ایک ہی مادہ میں شریک مساوی ہونے
کی وجہ سے ایک دوسرے کے قایم مقام کہلا سکتے ہیں مسلمان
لوگ جو اپنے بچوں کے نام احمد اور موسیٰ اور عیسیٰ اور سلیمان
اور داؤد وغیرہ رکھتے ہیں تو درحقیقت اسی تفاول کا خیال انہیں ہوتا
ہے جس سے نیک فال کے طور پر یہ ارادہ کیا جاتا ہے کہ یہ بچے بھی
اُن بزرگوں کی روحانی شکل اور خاصیت ایسی اتم اور اکمل طور سے
پیدا کر لیں کہ گویا انہیں کا روپ ہو جائیں۔

اس جگہ اگر یہ اعتراض پیش کیا جائے کہ مسیح کا مثیل بھی نبی چاہیئے
کیونکہ مسیح نبی تھا تو اسکا اول جواب تو یہی ہے کہ آنے والے مسیح
کے لیے ہمارے سید و مولیٰ نے نبوت شرط نہیں ٹھہرائی۔ بلکہ
صاف طور پر یہی لکھا ہے کہ وہ ایک مسلمان ہوگا اور عام مسلمانوں

کے موافق شریعت فرقانی کا پابند ہوگا اور اس سے زیادہ کچھہ بھی ظاہر نہیں کریگا کہ میں مسلمان ہوں اور مسلمانوں کا امام ہوں ماسوا اسکے اسمیں کچھہ شک نہیں کہ یہ عاجز خدا تعالیٰ کی طرف سے اس اُمت کے لیئے محدث ہو کر آیا ہے اور محدث بھی ایک معنے سے نبی ہی ہوتا ہے گو اُسکے لیئے نبوت تامہ نہیں مگر تاہم جزئی طور پر وہ ایک نبی ہی ہے کیونکہ وہ خدا تعالیٰ سے ہم کلام ہونے کا ایک شرف رکھتا ہے اُمور غیبیہ اُسپر ظاہر کیئے جاتے ہیں اور رسولوں اور نبیوں کی وحی کی طرح اُسکی وحی کو بھی دخل شیطان سے منزّہ کیا جاتا ہے اور مغز شریعت اُسپر کھولا جاتا ہے اور بعینہٖ انبیا کی طرح مامور ہو کر آتا ہے اور انبیا کی طرح اُسپر فرض ہوتا ہے کہ اپنے تیئں باآواز بلند ظاہر کرے اور اُس سے انکار کرنے والا ایک حد تک مستوجب سزا ٹھہرتا ہے اور نبوت کے معنے بجز اسکے اور کچھہ نہیں کہ امور متذکرہ بالا اُس میں پائے جائیں۔

اور اگر یہ عذر پیش ہو کہ باب نبوت مسدود ہے اور وحی جو انبیا پر نازل ہوتی ہے اُسپر مُہر لگ چکی ہے میں کہتا ہوں

کہ نہ من کل الوجوہ باب نبوّت مسدود ہوا ہے اور نہ ہر یک طور سے وحی پر مُہر لگائی گئی ہے بلکہ جزئی طور پر وحی اور نبوّت کا اِس اُمت مرحومہ کے لئے ہمیشہ دروازہ کُھلا ہے مگر اس بات کو بحضور دل یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ نبوّت جسکا ہمیشہ کے لئے سلسلہ جاری رہیگا نبوّت تامہ نہیں ہے بلکہ جیسا کہ میں ابھی بیان کر چکا ہوں وہ صرف ایک جزئی نبوّت ہے جو دوسرے لفظوں میں محدثیت کے اسم سے موسوم ہے جو انسان کامل کے اقتدا سے ملتی ہے جو مستجمع جمیع کمالات نبوت تامہ ہے۔ یعنے ذات ستودہ صفات حضرت سیدنا و مولانا محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلّم فاعلم ارشدک اللہ تعالیٰ ان النبي محدث والمحدث نبی باعتبار حصول نوع من انواع النبوت وقد قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ لم یبق من النبوّت الا المبشرات ای لم یبق من انواع النبوّت الا نوع واحد وھی المبشرات من اقسام الرویا الصادقت والمکاشفۃ الصحیحۃ والوحی الذی ینزل علی خواص الاولیاءُ

والنور الذی یتجلی علی قلوب قومٍ موجع۔ فانظر ایها الناقد البصیر الفہیم من هذا اسد باب النبوة علی وجہ کلی بل الحدیث یدل علی انّ النبوة التامة الحاملة لوحی الشریعة قد انقطعت ولکن النبوة التی لیس فیها الا المبشرات فهی باقیة الی یوم القیامة لا انقطاع لها ابداً۔ وقد علمت وقرات فی کتب الحدیث ان الرویا الصالحة جزءٌ من ستة واربعین جزء من النبوة ای من النبوة التامة فلما کان للرویا نصیباً من هذه المرتبة فکیف الکلام الذی یوحی من الله تعالی الی قلوب المحدثین فاعلم ایدک الله ان حاصل کلامنا ان ابواب النبوة الجزئیة مفتوحة ابداً ولیس فی هذا النوع الا المبشرات او المنذرات من الامور المغیبة او اللطائف القرانیة والعلوم اللدنیة۔ واما النبوة التی تامة کاملة جامعة لجمیع کمالات الوحی فقد آمنا با نقطاعها من یوم نزل فیه۔ وماکان محمد ابا احدٍ من رجالکم ولکن رسول الله وخاتم النبیین

اگر یہ استفسار ہو کہ جس خاصیت اور قوت روحانی میں یہ عاجز اور مسیح بن مریم مشابہت رکھتے ہیں وہ کیا شے ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ وہ ایک مجموعی خاصیت ہے جو ہم دونوں کے روحانی قُویٰ میں ایک خاص طور پر رکھی گئی ہے جسکے سلسلہ کی ایک طرف نیچے کو اور ایک طرف اوپر کو جاتی ہے نیچے کی طرف سے مراد وہ اعلیٰ درجہ کی دلسوزی اور غمخواری خلق اللہ ہے جو داعی الی اللہ اور اسکے مستعد شاگردوں میں ایک نہایت مضبوط تعلق اور جوڑ بخش کر نورانی قُوّت کو جو داعی الی اللہ کے نفس پاک میں موجود ہے اُن تمام سرسبز شاخوں میں پھیلاتی ہے - اوپر کی طرف سے مراد وہ اعلیٰ درجہ کی محبت قوی ایمان سے ملی ہوئی ہے جو اوّل بندہ کے دل میں بارادہ الٰہی پیدا ہو کر رب قدیر کی محبت کو اپنی طرف کھینچتی ہے اور پھر اُن دونوں محبتوں کے ملنے سے جو درحقیقت نر اور مادہ کا حکم رکھتی ہیں ایک مستحکم رشتہ اور ایک شدید مواصلت خالق اور مخلوق میں پیدا ہو کر الٰہی محبت کے چمکنے والی آگ سے جو مخلوق کی ہیزم مثال محبت کو پکڑ لیتی ہے

ایک تیسری چیز پیدا ہو جاتی ہے جسکا نام روح القدس ہے
سو اس درجہ کے انسان کی روحانی پیدائش اُسوقت سے سمجھی
جاتی ہے جب کہ خدا تعالیٰ اپنے ارادہ خاص سے اُس میں اس
طور کی محبت پیدا کر دیتا ہے اور اس مقام اور اس مرتبہ کی
محبت میں بطور استعارہ یہ کہنا بیجا نہیں ہے کہ خدا تعالیٰ کی محبت
سے بھری ہوئی روح اس انسانی روح کو جو بارادہ الٰہی اب محبت سے
بھر گئی ہے ایک نیا تولد بخشتی ہے اسی وجہ سے اس محبت کی بھری
ہوئی روح کو خدا تعالیٰ کی روح سے جو نافخ المحبت ہے استعارہ
کے طور پر ابنیت کا علاقہ ہوتا ہے اور چونکہ روح القدس ان دونوں
کے ملنے سے انسان کے دل میں پیدا ہوتی ہے اسلئے کہہ سکتے
ہیں کہ وہ اُن دونوں کے لئے بطور ابن ہے اور یہی پاک تثلیث
ہے جو اس درجہ محبت کے لئے ضروری ہے جسکو ناپاک طبیعتوں
نے مشرکانہ طور پر سمجھ لیا ہے اور ذرہ امکان کو جو ہالکۃ الذات
باطلۃ الحقیقت ہے حضرت اعلیٰ واجب الوجود کے ساتھ برابر
ٹھہرا دیا ہے۔

لیکن اگر اس جگہ یہ استفسار ہو کہ اگر یہ درجہ اس عاجز اور مسیح کے لئے مسلّم ہے تو پھر جناب سیّدنا و مولانا سیّد الکل و افضل الرسل حضرت خاتم النبیین محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلّم کے لئے کونسا درجہ باقی ہے سو واضح ہو کہ وہ ایک اعلیٰ مقام اور برتر مرتبہ ہے جو اُسی ذات کامل الصفات پر ختم ہو گیا ہے جسکی کیفیت کو پہنچنا بھی کسی دوسرے کا کام نہیں چہ جائیکہ وہ کسی اور کو حاصل ہو سکے۔

شانِ احمد را کہ داند جُز خداوندِ کریم — آنچناں از خود جدا شد کز میاں افتاد میم
زاں نمط شد محوِ دلبر کز کمالِ اتحاد — پیکرِ او شد سراسر صورتِ ربِّ رحیم
بوئے محبوبِ حقیقی میدمد زاں روئے پاک — ذاتِ حقانی صفاتش مظہرِ ذاتِ قدیم
گرچہ منسوبم کند کس سوئے الحاد و ضلال — چوں دلِ احمد نمی بینم دگر عرشی عظیم
منت ایزد را کہ من برغم اہلِ روزگار — صد بلا را میخرم از ذوقِ آں عین النعیم
از عنایاتِ خدا و از فضلِ آں دادارِ پاک — دشمنِ فرعونیانم بہرِ عشقِ آں کلیم
آں مقام و رتبتِ خاصش کہ بر من شد عیاں — گفتمے گر دیدمے طبعی دریں راہے سلیم
در رہِ عشقِ محمد ایں سر و جانم رود — ایں تمنا ایں دعا ایں در دلم عزمِ صمیم

اب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے درجہ عالیہ کی شناخت کے لئے اسقدر لکھنا ضروری ہے کہ مراتب قُرب و محبت باعتبار اپنے روحانی درجات کے تین قسم پر منقسم ہیں سب سے ادنی درجہ جو درحقیقت وہ بھی بڑا ہے یہ ہے کہ آتش محبت الٰہی لوح قلب انسان کو گرم تو کرے اور ممکن ہے کہ ایسا گرم کرے کہ بعض آگ کے کام اُس سے ہو سکیں لیکن یہ کسر باقی رہ جائے کہ اُس متاثر میں آگ کی چمک پیدا نہ ہو اس درجہ کی محبت پر جب خدا تعالیٰ کی محبت کا شعلہ واقع ہو تو اس شعلہ سے جسقدر روح میں گرمی پیدا ہوتی ہے اُسکو سکینت و اطمینان اور کبھی فرشتہ و ملک کے لفظ سے بھی تعبیر کرتے ہیں۔

دوسرا درجہ محبت کا وہ ہے جو ہم اوپر بیان کر چکے ہیں جسمیں دونوں محبتوں کے ملنے سے آتش محبت الٰہی لوح قلب انسان کو اسقدر گرم کرتی ہے کہ اُس میں آگ کی صورت پر ایک چمک پیدا ہو جاتی ہے لیکن اُس چمک میں کسی قسم کا اشتعال یا بھڑک نہیں ہوتی فقط ایک چمک ہوتی ہے جسکو روح القدس کے نام

سے موسوم کیا جاتا ہے۔

تیسرا درجہ محبت کا وہ ہے جس میں ایک نہایت افروختہ شعلہ محبت الٰہی کا انسانی محبت کے مستعد فتیلہ پر پڑ کر اُسکو افروختہ کر دیتا ہے اور اُسکے تمام اجزا اور تمام رگ و ریشہ پر استیلا کر کے اپنے وجود کا اتم اور اکمل مظہر اُسکو بنا دیتا ہے اور اس حالت میں آتش محبت الٰہی لوح قلب انسان کو نہ صرف ایک چمک بخشتی ہے بلکہ معاً اُس چمک کے ساتھ تمام وجود بھڑک اُٹھتا ہے اور اسکی لوئیں اور شعلے اردگرد کو روز روشن کی طرح روشن کر دیتے ہیں اور کسی قسم کی تاریکی باقی نہیں رہتی اور پورے طور پر اور تمام صفات کاملہ کے ساتھ وہ سارا وجود آگ ہی آگ ہو جاتا ہے اور یہ کیفیت جو ایک آتش افروختہ کی صورت پر دونوں محبتوں کے جوڑ سے پیدا ہو جاتی ہے اسکو روح امین کے نام سے بولتے ہیں کیونکہ یہ ہر یک تاریکی سے امن بخشتی ہے اور ہر یک غبار سے خالی ہے اور اسکا نام شدید القویٰ بھی ہے کیونکہ یہ اعلیٰ درجہ کی طاقت وحی ہے جس سے قوی تر وحی متصور نہیں اور اسکا نام ذو الافق الاعلیٰ

بھی ہے کیونکہ یہ وحی الہی کے انتہائی درجہ کی تجلی ہے اور اسکو
راے مارائے کے نام سے بھی پکارا جاتا ہے کیونکہ اس کیفیت
کا اندازہ تمام مخلوقات کے قیاس اور گمان اور وہم سے باہر ہے
اور یہ کیفیت صرف دنیا میں ایک ہی انسان کو ملی ہے جو انسان
کامل ہے جسپر تمام سلسلہ انسانیہ کا ختم ہو گیا ہے۔ اور دائرہ
استعدادات بشریہ کا کمال کو پہنچا ہے اور وہ درحقیقت
پیدائش الہی کے خط ممتد کی اعلیٰ طرف کا آخری نقطہ ہے۔ جو
ارتفاع کے تمام مراتب کا انتہا ہے حکمت الہی کے ہاتھ نے ادنیٰ
سی ادنیٰ خلقت سے اور اسفل سے اسفل مخلوق سے سلسلہ پیدائش
کا شروع کرکے اس اعلیٰ درجہ کے نقطہ تک پہنچا دیا ہے جسکا
نام دوسرے لفظوں میں محمد ہے صلی اللہ علیہ وسلم جسکے معنے ہیں
کہ نہایت تعریف کیا گیا یعنے کمالات تامہ کا مظہر سو جیسا کہ فطرت کے رو سے اس
نبی کا اعلیٰ و ارفع مقام تھا ایسا ہی خارجی طور پر بھی اعلیٰ و
ارفع مرتبہ وحی کا اسکو عطا ہوا اور اعلیٰ و ارفع مقام محبت کا ملا
یہ وہ مقام عالی ہے کہ میں اور مسیح دونوں اس مقام تک نہیں

پہنچ سکتے اسکا نام مقام جمع اور مقام وحدت تامہ ہے پہلے نبیوں
نے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کی خبر دی
ہے اسی پتہ ونشان پر خبر دی ہے اور اسی مقام کی طرف اشارہ
کیا ہے اور جیسا مسیح اور اس عاجز کا مقام ایسا ہے کہ اس کو
استعارہ کے طور پر ابنیت کے لفظ سے تعبیر کر سکتے ہیں ایسا ہی
یہ وہ مقام عالیشان مقام ہے کہ گذشتہ نبیوں نے استعارہ
کے طور پر صاحب مقام ہذا کے ظہور کو خدا تعالیٰ کا ظہور قرار دیا
ہے اور اسکا آنا خدا تعالیٰ کا آنا ٹھہرایا ہے جیسا کہ حضرت مسیح نے
بھی ایک مثال کو پیش کرکے فرمایا ہے کہ انگورستان کا پھل لینے
کے لئے اول باغ کے مالک نے (جو خدا تعالیٰ ہے) اپنے نوکروں
کو بھیجا یعنے ابتدائی کمے قرب والوں کو جس سے مراد وہ تمام صلحا
ہیں جو حضرت مسیح کے زمانہ میں اور اسی صدی میں مگر کسیقدر اُنسے
پہلے آئے۔ پھر جب باغبانوں نے باغ کا پھل دینے سے انکار کیا
تو باغ کے مالک نے تاکید کے طور پر اپنے بیٹے کو اُنکی طرف روانہ
کیا تا وہ اسکو بیٹا سمجھ کر باغ کا پھل اُسکے حوالہ کریں بیٹے سے مراد

اس جگہ مسیح ہے جنکو دوسرا درجہ قرب اور محبت کا حاصل ہے مگر باغبانوں نے اُس بیٹے کو بھی باغ کا پھل نہ دیا بلکہ اپنے زعم میں اُسے قتل کر دیا بعد اسکے حضرت مسیح فرماتے ہیں کہ اب باغ کا مالک خود آئیگا یعنے خدا تعالی خود ظہور فرمائیگا تا باغبانوں کو قتل کرکے باغ کو ایسے لوگوں کو دیدے کہ اپنے وقت پر پھل دیدیا کریں اس جگہ خدا تعالی کے آنے سے مراد حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کا آنا ہے جو قرب اور محبت کا تیسرا درجہ اپنے لئے حاصل رکھتے ہیں * اور یہ سب روحانی مراتب ہیں کہ جو استعارہ

---

* حاشیہ ہمارے سید و مولی جناب مقدس خاتم الانبیا کی نسبت صرف حضرت مسیح نے ہی بیان نہیں کیا کہ آنجناب کا دنیا میں تشریف لانا درحقیقت خدا تعالی کا ظہور فرمانا ہے بلکہ اس طرز کا کلام دوسرے نبیوں نے بھی آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں اپنی اپنی پیشگوئیوں میں بیان کیا ہے اور استعارہ کے طور پر آنجناب کے ظہور کو خدا تعالی کا ظہور قرار دیا ہے بلکہ بوجہ خدائی کے مظہر اتم ہونے کے آنجناب کو

کے طور پر مناسب حال الفاظ میں بیان کئے گئے ہیں یہ نہیں کہ حقیقی ابنیت اِس جگہ مراد ہے یا حقیقی الوہیت مراد لی گئی ہے۔

اِس جگہ اِس بات کا بیان کرنا بھی بے موقعہ نہ ہوگا کہ جو کچھ ہم نے روح القدس اور روح الامین وغیرہ کی تعبیر کی ہے یہ درحقیقت اُن عقاید سے جو اہل اسلام ملایک کی نسبت رکھتے ہیں منافی نہیں ہے کیونکہ محققین اہل اسلام ہرگز اس بات کے قایل نہیں۔ کہ

نقشہ ف بشارت

خدا کر کے پکارا ہے چنانچہ حضرت داؤد کے زبور میں لکھا ہے تو حسن میں بنی آدم سے کہیں زیادہ ہے تیرے لبوں میں نعمت بنائی گئی اسلئے خدا نے تجھ کو ابد تک مبارک کیا (یعنے تو خاتم الانبیا ٹھہرا) اے پہلوان تو جاہ و جلال سے اپنی تلوار حمایل کر کے اپنی ران پر لٹکا امانت اور حلم اور عدالت پر اپنی بزرگواری اور اقبالمندی سے سوار ہو کر تیرا داہنا ہاتھ تجھے ہیبت ناک کام دکھائیگا۔ بادشاہ کے دشمنوں کے دلوں میں تیرے تیر تیزی کرتے ہیں لوگ تیرے سامنے گر جاتے ہیں اے خدا تیرا تخت ابد الآباد ہے تیری سلطنت کا عصا راستی کا عصا ہے تو نے صدق سے دوستی اور شر سے

ملایک اپنے شخصی وجود کے ساتھہ انسانوں کی طرح پیروں سے چلکر زمین پر اُترتے ہیں اور یہ خیال بہ بداہت باطل بہی ہے کیونکہ اگر یہی ضرور ہوتا کہ ملایک اپنی اپنی خدمات کی بجا آوری کے لئے اپنے اصلی وجود کے ساتھہ زمین پر اُترا کرتے تو پہر اُن سے کوئی کام انجام پذیر ہونا بنہایت درجہ محال تھا مثلاً فرشتہ ملک الموت جو ایک سکینڈ میں ہزارہا ایسے لوگوں کی جانیں

دشمنی کی ہے اسی لئے خدا نے جو تیرا خدا ہے خوشی کے روغن سے تیرے مصاحبوں سے زیادہ تجہے معطر کیا ہے دیکہو زبور ۴۵ - اب جاننا چاہئے کہ زبور کا یہ فقرہ کہ اے خدا تیرا تخت ابدالآباد ہے تیری سلطنت کا عصا راستی کا عصا ہے یہ محض بطور استعارہ ہے جس سے غرض یہ ہے کہ جو روحانی طور پر شان محمدی ہے اُسکو ظاہر کردیا جاوے - پہر یسعیاہ نبی کی کتاب میں بہی ایسا ہی لکہا ہے چنانچہ اُسکی عبارت یہ ہے دیکہو میرا بندہ جسے میں سنبہالونگا میرا برگزیدہ جس سے میرا جی راضی ہے میں نے اپنی روح اُسپر رکہی وہ قوموں پر راستی ظاہر کریگا وہ نہ چلائیگا اور اپنی

حاشیہ

نکلتا ہے جو مختلف بلاد و امصار میں ایک دوسرے سے ہزاروں
کوسوں کے فاصلہ پر رہتے ہیں اگر ہر ایک کے لئے اس بات کا
محتاج ہو کر ان پیروں سے چلکر اُسکے ملک اور شہر اور گھر میں جاوے
اور پھر اتنی شقت کے بعد جان نکلنے کا اُسکو موقعہ ملے تو ایک
سکنڈ گیا اتنی بڑی کارگذاری کے لئے تو کئی مہینے کی مُہلت بھی کافی
نہیں ہو سکتی کیا یہ ممکن ہے کہ ایک شخص انسانوں کی طرح

صدا بلند نہ کریگا اور اپنی آواز بازاروں میں نہ سنائیگا وہ
۴۲:۲ و ۱۳
مسلی ہوئی سینٹھی کو نہ توڑیگا اور سن کو جس سے دُھواں
اٹھتا ہے نہ بجھائیگا جب تک کہ راستی کو امن کے ساتھہ ظاہر نہ کرے وہ
نہ گھٹیگا نہ تھکیگا جب تک کہ راستی کو زمین پر قایم نہ کرے اور
جزیرے اُسکی شریعت کے منتظر ہو دیں .... خداوند خدا
ایک بہادر کی مانند نکلیگا وہ جنگی مرد کی مانند اپنی غیرت کو
اُسکائیگا - الخ - اب جاننا چاہئے کہ یہ فقرہ کہ خداوند خدا ایک
بہادر کی مانند نکلیگا یہ بھی بطور استعارہ کے آں حضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کی پر ہیبت ظہور کا اظہار کر رہا ہے دیکھو یسعیاہ

حرکت کرکے ایک طرفۃ العین کے یا اُسکے کم عرصہ میں تمام جہان گو مگر
چلا آوے ہرگز نہیں بلکہ فرشتے اپنے اصلی مقامات سے جو اُنکے
لئے خدا تعالیٰ کی طرف سے مقرر ہیں ایک ذرہ کے برابر بھی آگے پیچھے
نہیں ہوتے جیسا کہ خدا تعالیٰ اُنکی طرف سے قرآن شریف میں
فرماتا ہے۔ وما منا الا لہ مقام معلوم وانا لنحن الصافون
سورۃ صافات جز و ۲۳۔ پس اصل بات یہ ہے کہ جس طرح آفتاب
اپنے مقام پر ہے اور اُسکی گرمی و روشنی زمین پر پھیلکر اپنے
خواص کے موافق زمین کی ہر یک چیز کو فائدہ پہنچاتی ہے اسی

حاشیہ: نبی کی کتاب باب ۴۴۔ اور ایسا ہی اور کئی نبیوں نے بھی اسی استعارہ
کو اپنی پیش گوئیوں میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی شان
میں استعمال کیا ہے مگر چونکہ اُن سب مقامات کے لکھنے سے طول
ہو جاتا ہے اس لئے بالفعل اسیقدر پر کفایت کرتا ہوں اور
میں نے جو اس جگہ تین مراتب قرب او رمحبت کے لکھکر تیسرا مرتبہ کو
جو بزرگترین مراتب ہے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے لئے ثابت
کیا ہے یہ میری طرف سے ایک اجتہادی خیال نہیں بلکہ الہامی طور پر خدا تعالیٰ نے
مجھ پر یہ کھولدیا ہے۔ منہ

طرح روحانیات سماویہ خواہ اُنکو یونانیوں کے خیال کے موافق نفوس فلکیہ کہیں یا وساتیر اور وید کی اصطلاحات کے موافق ارواح کواکب سے اُنکو نامزد کریں یا نہایت سیدھے اور موحدانہ طریق سے ملائک اللہ کا اُنکو لقب دیں + درحقیقت یہ عجیب مخلوقات اپنے اپنے مقام میں مستقر اور قرار گیر ہے اور بحکمت کاملہ خداوند تعالیٰ زمین کی ہریک مستعد چیز کو اُسکے کمال مطلوب تک پُہنچانے کے لئے یہ روحانیات خدمت میں لگی ہوئی ہیں ظاہری خدمات بھی بجا لاتے ہیں اور باطنی بھی جیسے ہمارے اجسام اور ہماری تمام ظاہری قوتوں پر آفتاب اور ماہتاب اور دیگر سیاروں کا اثر ہے ایسا ہی ہمارے دل اور دماغ اور ہماری تمام روحانی قوتوں پر یہ سب ملائک

+ حاشیہ ملائک اِس معنے سے ملایک کہلاتے ہیں کہ وہ ملاک اجسام سماویہ اور ملاک اجسام الارض ہیں یعنے اُنکے قیام اور بقا کے لئے بطور جان کی طرح ہیں اور نیز اِس معنے سے بھی ملایک کہلاتے ہیں کہ وہ رسولوں کا کام دیتے ہیں۔

منہ

ہماری مختلف استعدادوں کے موافق اپنا اپنا اثر ڈال رہے ہیں جو چیز کسی عمدہ جوہر بننے کی اپنے اندر قابلیت رکھتی ہے وہ اگرچہ خاک کا ایک ٹکڑا ہے یا پانی کا وہ قطرہ جو صدف میں داخل ہوتا ہے یا پانی کا وہ قطرہ جو رحم میں پڑتا ہے وہ اُن ملائک اللہ کی روحانی تربیت سے لعل اور الماس اور یاقوت اور نیلم وغیرہ یا نہایت درجہ کا آبدار اور روشن موتی یا اعلیٰ درجہ کے دل اور دماغ کا انسان بنجاتا ہے- وساتیر جسکو مجوسی لوگ الہامی مانتے ہیں جسنے اپنی مدت ظہور کی وہ لمبی تاریخ بتلائی ہے جسکا کروڑواں حصہ بھی وید کی مدت ظہور کی نسبت بیان نہیں کیا گیا یعنے وید کی نسبت تو صرف ایک ارب چھیانوے کروڑ برس مدت ظہور محض دوسروں کے وہم اور گمان سے قرار دی گئی ہے مگر وساتیر تین سنکھ سے کچھ زیادہ اپنی مدت ظہور آپ بیان کرتا ہے بلکہ یہ تو ہمنے ڈرتے ڈرتے لکھا ہے ورنہ وہاں تو سنکھوں کی حد سے زیادہ تین صفر اور بھی درمیان ہیں- یہ کتاب ان روحانیات کو جو کواکب اور سموات سے تعلق رکھتی ہیں نہ صرف ملائک قرار دیتی ہے بلکہ انکی پرستش کے لئے بھی تاکید کرتی ہے ایسا ہی وید بھی اُن روحانیات کو صرف وسایط اور درمیانی خدمتگذار نہیں مانتا بلکہ بجائے خدا اُنکی اُستت اور مہما کرتا ہے اور اُنسے مرادیں مانگنے کی تعلیم دیتا ہے اور ممکن ہے کہ ان کتابوں میں تحریف اور الحاق کے طور پر یہ پُر کفر تعلیمیں زائد

کی گئی ہوں جیسی وید میں ایسی اور بھی بہت سی بیجا تعلیمیں پائی جاتی ہیں شلاً یہ تعلیم کہ اس جہان کا کوئی خالق نہیں ہے اور ہر ایک چیز اپنے اصل مادہ اور اصل حیات کے رو سے قدیم اور واجب الوجود اور اپنے وجود کی آپ ہی خدا ہے یا یہ تعلیم کہ کسی وجود کو تناسخ کے منحوس چکر سے کبھی اور کسی زمانہ میں مخلصی حاصل ہو ہی نہیں سکتی یا یہ تعلیم کہ ایک شوہردار عورت اولاد نرینہ ہونے کی حالت میں کسی غیر آدمی سے ہم بستر ہو سکتی ہے تا اُس سے اولاد حاصل کرے یا یہ تعلیم کہ بڑے بڑے مقدس لوگ بھی گو وید کے رشی کیوں نہ ہوں جن پر چاروں وید اُترے ہوں ہمیشہ کی نجات کبھی نہیں پا سکتے اور نہ لازمی طور پر ہمیشہ بزرگوار اور عزت کے ساتھ یاد کرنے کے لائق ٹھہر سکتے ہیں بلکہ ممکن ہے کہ تناسخ کے چکر میں آ کر اور اور جانداروں کی طرح کچھ کا کچھ بن جائیں بلکہ شاید بن گئے ہوں اور اُنکے زعم میں خواہ کوئی انسان اوتار سے بھی زیادہ مرتبہ رکھتا ہو یا وید کے رشیوں سے بھی بڑھ کر ہو اُسکے لئے ممکن بلکہ قانون قدرت کے رو سے ضروری ٹھہرا ہوا

ہے کہ کسی وقت وہ کیڑا مکوڑا یا نہایت مکروہ اور قابل نفرت جانور بنکر کسی خسیس مخلوق کی نوع میں جنم لیوے۔ یہ سب باطل تعلیمیں ہیں جو انسانوں کے رذیل خیالات نے ایجاد کی ہیں اور جن لوگوں نے یہ تمام بے شرمی کے کام اور دور از عزت انتقالات اپنے بنی نوع بلکہ اپنے بزرگوں اور پیشواؤں کے لئے جائز رکھے ہیں اُنہوں نے یہ بھی جائز رکھ لیا کہ کواکب کی روحوں سے مرادیں مانگی جائیں اُنکی ایسی پرستش کیجائے جیسی خدا تعالیٰ کی کرنی چاہئے لیکن قرآن شریف جو ہر یک طور سے توحید اور تہذیب کی راہ کھولتا ہے اُسنے ہرگز روا نہیں رکھا کہ اُسکے ساتھ کسی مخلوق کی پرستش ہو یا اُسکی ربوبیت کی قدرت صرف ناقص اور ناکارہ طور پر تسلیم کریں اور اُسکو ہر یک چیز کا مبدء اور سرچشمہ نہ ٹھہرائیں یا کوئی اور بے شرمی کا کام اپنے طریق معاشرت میں داخل کرلیں۔

اب پھر میں ملائک کے ذکر کی طرف عود کرکے کہتا ہوں کہ قرآن شریف نے جس طرز سے ملائک کا حال بیان کیا ہے وہ نہایت

سیدھی اور قریب قیاس راہ ہے اور بجز اُسکے ماننے کے انسان
کو کچھ بن نہیں پڑتا قرآن شریف پر بدیدہ تعمق غور کرنے
سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان بلکہ جمیع کائنات الارض کی تربیت
ظاہری و باطنی کے لئے بعض وسایط کا ہونا ضروری ہے اور بعض
بعض اشارات قرآنیہ سے نہایت صفائی سے معلوم ہوتا ہے کہ
بعض وہ نفوس طیبہ جو ملائک سے موسوم ہیں اُنکے تعلقات طبقات
سماویہ سے الگ الگ ہیں بعض اپنی تاثیرات خاصہ سے ہوا کے
چلانے والے اور بعض مینہ کے برسانے والے اور بعض بعض
اور تاثیرات کو زمین پر اتارنے والے ہیں پس اس میں کچھ شک
نہیں کہ بوجہ مناسبت نوری وہ نفوس طیبہ اُن روشن اور نورانی ستاروں سے
تعلق رکھتے ہونگے جو آسمانوں میں پائے جاتے ہیں مگر اس تعلق
کو ایسا نہیں سمجھنا چاہئے کہ جیسے زمین کا ہر یک جاندار اپنے اندر
جان رکھتا ہے بلکہ اُن نفوس طیبہ کو بوجہ مناسبت اپنی نورانیت
اور روشنی کے جو روحانی طور پر انہیں حاصل ہے روشن ستاروں
کے ساتھ ایک مجہول الکنہ تعلق ہے اور ایسا شدید تعلق ہے کہ

اگر اُن نفوس طیبہ کا اُن ستاروں سے الگ ہونا فرض کر لیا
جائے تو پھر اُنکے تمام قوی میں فرق پڑ جائیگا اُنہیں نفوس
کے پوشیدہ ہاتھ کے زور سے تمام ستارے اپنے اپنے کام
میں مصروف ہیں اور جیسے خداتعالی تمام عالم کے لئے بطور جان
کے ہے ایسا ہی (مگر اس جگہ تشبیہ کامل مراد نہیں) وہ نفوس نوریہ
کواکب اور سیارات کے لئے جان کا ہی حکم رکھتے ہیں اور اُنکے
جُدا ہو جانے سے اُنکی حالت وجودیہ میں بکلّی فساد راہ پا جانا لازمی
و ضروری امر ہے اور آجتک کسی نے اس امر میں اختلاف نہیں کیا
کہ جس قدر آسمانوں میں سیارات اور کواکب پائے جاتے ہیں
وہ کائنات الارض کی تکمیل و تربیت کے لئے ہمیشہ کام میں مشغول
ہیں غرض یہ نہایت سچی ہوئی اور ثبوت کے چرخ پر چڑھی ہوئی صداقت
ہے کہ تمام نباتات اور جمادات اور حیوانات پر آسمانی کواکب کا
دن رات اثر پڑ رہا ہے اور جاہل سے جاہل ایک دہقان بھی
اس قدر تو ضرور یقین رکھتا ہوگا کہ چاند کی روشنی پھلوں کے موٹا
کرنے کے لئے اور سورج کی دھوپ اُنکو پکانے اور شیرین کرنیکے

لئے اور بعض ہوائیں کثرت مینہ آنے کے لئے بلاشبہ موثر ہیں اب جبکہ ظاہری سلسلہ کائنات کا ان چیزوں کی تاثیرات مختلفہ سے تربیت پا رہا ہے تو اسمیں کیا شک ہو سکتا ہے کہ باطنی سلسلہ پر بھی باذنہ تعالیٰ وہ نفوس نورانیہ اثر کر رہی ہیں جنکا اجرام نورانیہ سے ایسا شدید تعلق ہے کہ جیسے جان کو جسم سے ہوتا ہے۔

اب اسکے بعد یہ بھی جاننا چاہئے کہ اگرچہ بظاہر یہ بات نہائیت دور از ادب معلوم ہوتی ہے کہ خدا تعالیٰ اور اسکے مقدس نبیوں میں افاضہ انوار وحی کے لئے کوئی اور واسطہ تجویز کیا جائے لیکن ذرا غور کرنے سے بخوبی سمجھ آ جائیگا کہ اس میں کوئی سوء ادب کی بات نہیں بلکہ سراسر خدا تعالیٰ کے اس عام قانون قدرت کے مطابق ہے جو دنیا کی ہر یک چیز کے متعلق کھلے کھلے طور پر مشہود و محسوس ہو رہا ہے کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ انبیا علیہم السلام بھی اپنے ظاہری جسم

اور ظاہری قویٰ کے لحاظ سے انھیں وسایط کے محتاج ہیں اور نبی
کی آنکھہ بھی گو کیسی ہی نورانی اور بابرکت آنکھہ ہے مگر پھر بھی عوام
کی آنکھوں کی طرح آفتاب یا اُسکے کسی دوسرے قایم مقام کے
بغیر کچھہ دیکھہ نہیں سکتے اور بغیر توسط ہوا کے کچھہ سُن نہیں
سکتے لہذا یہ بات بھی ضروری طور پر ماننی پڑتی ہے کہ نبی کی روحانیت
پر بھی ان سیارات کے نفوس نورانیہ کا ضرور اثر پڑتا ہوگا بلکہ
سب سے زیادہ اثر پڑتا ہوگا کیونکہ جسقدر استعداد صافی اور کامل ہوتی ہے اُسیقدر
اثر بھی صافی اور کامل طور پر پڑتا ہے قرآن شریف سے ثابت ہے کہ یہ سیارات
اور کواکب اپنے اپنے قالبوں کے متعلق ایک ایک روح رکھتے
ہیں جنکو نفوس کواکب سے بھی نامزد کر سکتے ہیں اور جیسے کواکب
اور سیاروں میں باعتبار اُنکے قالبوں کے طرح طرح کے خواص
پائے جاتے ہیں جو زمین کی ہریک چیز پر حسب استعداد اثر
ڈالرہے ہیں ایسا ہی اُنکے نفوس نورانیہ میں بھی انواع اقسام
کے خواص ہیں جو باذن حکیم مطلق کائنات الارض کے باطن
پر اپنا اثر ڈالتے ہیں اور یہی نفوس نورانیہ کامل بندوں پر

بشکل جسمانی متشکل ہو کر ظاہر ہو جاتے ہیں اور بشری صورت سے متمثل ہو کر دکھائی دیتے ہیں۔ اور یاد رکھنا چاہئے کہ یہ تقریر از قبیل خطابیات نہیں بلکہ یہ وہ صداقت ہے جو طالب حق اور حکمت کو ضرور ماننی پڑے گی کیونکہ جب ہمیں ماننا پڑتا ہے کہ ضرور کائنات الارض کی تربیت اجرام سماویہ کی طرف سے ہو رہی ہے اور جہاں تک ہم بطور استقراء اجسام ارضیہ پر نظر ڈالتے ہیں اس تربیت کے آثار ہر یک جسم پر خواہ وہ نباتات میں سے ہی خواہ جمادات میں سے خواہ حیوانات میں سے ہی بدیہی طور پر ہمیں دکھائی دیتے ہیں پس اس صریح تجربہ کے ذریعہ سے ہم اس بات کے ماننے کے لئے بھی مجبور ہیں کہ روحانی کمالات اور دل اور دماغ کی روشنی کا سلسلہ بھی جہاں تک ترقی کرتا ہے بلاشبہ ان نفوس نورانیہ کا اس میں بھی دخل ہے اسی دخل کے رو سے شریعت قرآنی اسی عقیدہ کے طور پر اللہ تعالیٰ اور اسکے رسولوں میں ملائک کا واسطہ ہونا ایک ضروری امر ظاہر فرمایا ہے جس پر ایمان لانا ضروریات دین میں سے گردانا گیا ہے جن لوگوں

اپنی نہایت مکروہ نادانی سے اس الٰہی فلسفہ کو نہیں سمجھا جیسے آریہ مذہب والے یا برہمو مذہب والے اُنہوں نے جلدی سے بباعث اپنے ہی وجہ بخل اور بغض کے جو اُنکے دلوں میں بھرا ہوا ہے تعلیم فرقانی پر یہ اعتراض جڑ دیا کہ وہ اللہ اور اُسکے رسولوں میں ملائک کا واسطہ ضروری ٹہراتا ہے اور اس بات کو نہ سمجھا اور نہ خیال کیا کہ خدا تعالیٰ کا عام قانون تربیت جو زمین پر پایا جاتا ہے اسی قاعدہ پر مبنی ہے ہندوؤں کے رشی جن پر بقول ہندوؤں کے چاروں وید نازل ہوئے کیا وہ اپنے جسمانی قویٰ کے ٹہیک طور پر قایم رہنے میں تاثیرات اجرام سماویہ کے محتاج نہیں تھے کیا وہ بغیر آفتاب کی روشنی کے صرف آنکھوں کی روشنی سے دیکھنے کا کام لے سکتے تھے یا بغیر ہوا کے ذریعہ کے کسی آواز کو سُن سکتے تھے تو اسکا جواب بدیہی طور پر یہی ہوگا کہ ہرگز نہیں بلکہ وہ بھی اجرام سماویہ کی تربیت اور تکمیل کے بہت محتاج تھے ہندوؤں کے ویدوں نے ان ملایک کی بارہ میں کہاں انکار کیا ہے - بلکہ اُنہوں نے تو ان وسایط کے ماننے اور قابل قدر جاننے میں بہت ہی

غلو کیا ہے یہاں تک کہ خدا تعالیٰ کے درجہ سے اُنکا درجہ برابر
ٹھرا دیا ہے ایک رگ وید پر ہی نظر ڈالکر دیکھو کہ کسقدر اسمیں
اجرام سماویہ اور عناصر کی پرستش موجود ہے اور کیسی اُن کی
استت اور مہما اور مدح اور ثنا میں ورقوں کے ورق سیاہ
کر دیئے ہیں اور کس عاجزی اور گر گرانے سے اُن سے دعائیں
مانگی گئی ہیں جو قبول ہی نہیں ہوئیں مگر شریعت فرقانی نے
تو ایسا نہیں کیا بلکہ اُن نفوس نورانیہ کو جو اجرام سماویہ سے یا عناصر
یا دخانات سے ایسا تعلق رکھتے ہیں جیسے جان کا جسم سے تعلق
ہوتا ہے صرف ملایک یا جنات کے نام سے موسوم کیا ہے اور اُن
نورانی فرشتوں کو جو نورانی ستاروں اور سیاروں پر اپنا
مقام رکھتے ہیں اپنی ذات پاک میں اور اپنے رسولوں میں ایسے طور
کا واسطہ نہیں ٹھرایا جس کے رو سے اُن فرشتوں کو با اقتدار یا با اختیار
مان لیا جاوے بلکہ اُنکو اپنی نسبت ایسا ظاہر فرمایا ہے کہ جیسے ایک
بیجان چیز ایک زندہ کے ہاتھ میں ہوتی ہے جس سے وہ زندہ جس
طور سے کام لینا چاہتا ہے لیتا ہے اسی بنا پر بعض مقامات قرآن

شریف میں اجسام کے ہر ایک ذرہ پر بھی ملائکہ کا نام اطلاق کیا
گیا ہے کیونکہ وہ سب ذرات اپنے رب کریم کی آواز سنتے ہیں اور
وہی کرتے ہیں جو انکو حکم دیا گیا ہو مثلاً جو کچھ تغیرات بدن انسان
میں مرض کی طرف یا صحت کی طرف ہوتے ہیں اُن تمام مواد کا ذرہ
ذرہ خدا تعالیٰ کی مرضی کے موافق آگے پیچھے قدم رکھتا ہے۔
اب ذرا آنکھ کھولکر دیکھنا چاہئے کہ اس قسم کے وسائط کے ماننے
میں جو قرآن شریف میں قرار دئے گئے ہیں کونسا شرک لازم آتا
ہے اور خدا تعالیٰ کی شان قدرت میں کونسا فرق آجاتا ہے بلکہ یہ تو
اسرار معرفت و دقائق حکمت کی وہ باتیں ہیں جو قانون قدرت
کے صفحہ صفحہ میں لکھی ہوئی نظر آتی ہیں اور بغیر اس انتظام کے ماننے
کے خدا تعالیٰ کی قدرت کاملہ ثابت ہی نہیں ہو سکتی اور نہ اسکی خدائی
چل سکتی ہے بھلا جب تک وہ ذرہ ذرہ اسکا فرشتہ بنکر اسکی اطاعت
میں نہ لگا ہوا ہو تب تک یہ سارا کارخانہ اسکی مرضی کے موافق
کیونکر چل سکتا ہے کوئی ہمیں سمجھاوے تو سہی اور نیز اگر ملائکہ کے
نظام روحانی سے خدا تعالیٰ کی قادرانہ شان پر کچھ دھبہ لگ سکتا ہے

تو پھر کیا وجہ ہے کہ انہیں ملایک کے نظام جسمانی کے ماننے سے کہ جو نظام روحانی کا بعینہٖ ہمرنگ وہمشکل ہے خدا تعالیٰ کی قدرت کاملہ پر کوئی دھبہ نہیں لگ سکتا بلکہ سچ تو یہ ہے کہ آریہ وغیرہ ہمارے مخالفوں نے خرطنا بنائی سے ایسے بیجا اعتراضات کردیئے ہیں جن کی اصل بناء بہت سے مشرکانہ حواشی کے ساتھ اُن کے گھر میں بھی موجود ہے اور ناحق بوجہ اپنی بے بصیرتی کے ایک عُمدہ صداقت کو بطالت کی شکل میں سمجھ لیا ہے۔

چشم بد اندیش کہ برکندہ باد ؎ عیب نماید ہنرش در نظر۔ یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ اسلامی شریعت کے رو سے خواص ملایک کا درجہ خواص بشر سے کچھ زیادہ نہیں بلکہ خواص الناس خواص الملایک سے افضل ہیں اور نظام جسمانی یا نظام روحانی میں اُنکا وسایط قرار پانا اُنکی افضلیت پر دلالت نہیں کرتا بلکہ قرآن شریف کی ہدایت کے رو سے وہ خدام کی طرح اس کام میں لگائے گئے ہیں جیسا کہ اللہ جل شانہٗ فرماتا ہے ؏ سخر لکم الشمس و القمر یعنے وہ خدا جسنے سورج اور چاند کو تمہاری خدمت میں لگا رکھا ہے۔

مثلاً دیکھنا چاہئے کہ ایک چیٹھی رساں ایک شاہ وقت کی طرف سے
اُسکے کسی مُلک کے صوبہ یا گورنر کی خدمت میں چیٹھیاں پہُنچا
دیتا ہے تو کیا اس سے یہ ثابت ہو سکتا ہے کہ وہ چیٹھی رساں
جو اُس بادشاہ اور گورنر جنرل میں واسطہ ہے گورنر جنرل سے
افضل ہے سو خوب سمجھہ لو یہی مثال اُن وسایط کی ہے جو نظام
جسمانی اور روحانی میں قادر مطلق کے ارادوں کو زمین پر پہُنچاتے اور
اُنکی انجام دہی میں مصروف ہیں اللہ جل شانہٗ قرآن شریف
کے کئی مقامات میں بتصریح ظاہر فرماتا ہے کہ جو کچھہ زمین و آسمان
میں پیدا کیا گیا ہے وہ تمام چیزیں اپنے وجود میں انسان کی طفیلی
ہیں یعنے محض انسان کے فایدہ کے لئے پیدا کی گئی ہیں اور انسان
اپنے مرتبہ میں سب سے اعلیٰ وارفع اور سب کا مخدوم ہے جسکی خدمت
میں یہ چیزیں لگا دی گئی ہیں جیسا کہ وہ فرماتا ہے وسخر لکم
الشمس والقمر دائبین وسخر لکم الیل والنھار و
اٰتکم من کل ما سالتموہ وان تعدوا نعمت اللہ لا
تحصوھا۔ ھو الذی خلق لکم ما فی الارض جمیعا اور

مسخر کیا تمہارے لئے سورج اور چاند کو جو ہمیشہ پھرنے والے
ہیں یعنے جو باعتبار اپنی کیفیات اور خاصیات کے ایک حالت پر
نہیں رہتے مثلاً جو ربیع کے مہینوں میں آفتاب کی خاصیت ہوتی
ہے وہ خزاں کے مہینوں میں ہرگز نہیں ہوتی پس اس طرح سے سورج
اور چاند ہمیشہ پھرتے رہتے ہیں کبھی اُنکی گردش سے بہار کا موسم
آجاتا ہے اور کبھی خزاں کا اور کبھی ایک خاص قسم کی خاصیتیں اُن
سے ظہور پذیر ہوتی ہیں اور کبھی اُسکے مخالف خواص ظاہر ہوتے ہیں
پھر آگے فرمایا کہ مسخر کیا تمہارے لئے رات اور دن کو اور دیا تمکو
ہر ایک چیز میں سے وہ تمام سامان جسکو تمہاری فطرتوں نے مانگا
یعنے اُن سب چیزوں کو دیا جن کے تم محتاج تھے اور اگر تم خدائے
تعالیٰ کی نعمتوں کو گننا چاہو تو ہرگز گن نہیں سکوگے وہ وہی خدا
ہے جس نے جو کچھہ زمین پر ہے تمہارے فایدہ کے لئے پیدا کیا
ہے اور پھر ایک اور آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے - لقد
خلقنا الانسان فی احسن تقویم یعنے انسان کو ہم نے
نہایت درجہ کے اعتدال پر پیدا کیا ہے اور وہ اس صفت اعتدال

میں تمام مخلوقات سے احسن و افضل ہے اور پھر ایک اور مقام میں
فرماتا ہے کہ انا عرضنا الامانۃ علی السموات والارض
والجبال فابین ان یحملنہا واشفقن منہا وحملہا الا
نسان انہ کان ظلوما جہولا۔ ہمنے ہمنے اپنی امانت کو
جس سے مراد عشق و محبت الہی اور سوز و ابتلا ہو کر پھر پوری اطاعت
کرتا ہے آسمان کے تمام فرشتوں اور زمین کی تمام مخلوقات
اور پہاڑوں پر پیش کیا جو بظاہر قوی ہیکل چیزیں تھیں سو ان
سب چیزوں نے اُس امانت کے اُٹھانے سے انکار کر دیا اور اُسکے
عظمت کو دیکھ کر ڈر گئیں مگر انسان نے اُسکو اُٹھا لیا کیونکہ انسان
میں یہ دو خوبیاں تھیں ایک یہ کہ وہ خدا تعالیٰ کی راہ میں اپنے
نفس پر ظلم کر سکتا تھا۔ دوسری یہ خوبی کہ وہ خدا تعالیٰ کی محبت میں
اس درجہ تک پہنچ سکتا تھا جو غیر اللہ کو بکلی فراموش کر دے پھر
ایک اور جگہ فرمایا واذ قال ربک للملئکۃ انی خالق
بشرا من طین فاذا سویتہ و نفخت فیہ من روحی
فقعوا لہ ساجدین۔ فسجد الملئکۃ کلھم اجمعون الا ابلیس

یعنے یاد کرو وہ وقت کہ جب تیرے خدا نے (جسکا تو مظہر اتم ہے) فرشتوں
کو کہا کہ میں مٹی سے ایک انسان پیدا کرنیوالا ہوں سو جب میں
اُسکو کمال اعتدال پر پیدا کرلوں اور اپنی روح میں سے اُس میں
پھونک دوں تو تم اُسکے لئے سجدہ میں گرو یعنے کمال انکسار سے
اُسکی خدمت میں مشغول ہو جاؤ اور ایسی خدمت گذاری میں جھک
جاؤ کہ گویا تم اُسے سجدہ کر رہے ہو پس سارے کے سارے فرشتے
انسان مکمل کے آگے سجدہ میں گر پڑے مگر شیطان جو اس سعادت
سے محروم رہ گیا - جاننا چاہئے کہ یہ سجدہ کا حکم اُسوقت سے متعلق
نہیں ہے کہ جب حضرت آدم پیدا کئے گئے بلکہ یہ علیحدہ ملائک کو حکم
کیا گیا کہ جب کوئی انسان اپنی حقیقی انسانیت کے مرتبہ تک پہنچے -
اور اعتدال انسانی اسکو حاصل ہو جائے اور خدا تعالیٰ کی روح
اُسمیں سکونت اختیار کرے تو تم اس کامل کے آگے سجدہ میں
گرا کرو یعنے آسمانی انوار کے ساتھہ اُسپر اُترو اور اُسپر صلوٰۃ بھیجو
سو یہ اُس قدیم قانون کی طرف اشارہ ہے جو خدا تعالیٰ اپنے
برگزیدہ بندوں کے ساتھہ ہمیشہ جاری رکھتا ہے جب کوئی

شخص کسی زمانہ میں اعتدال روحانی حاصل کرلیتا ہے اور خدا تعالیٰ
کی روح اُسکے اندر آباد ہوتی ہے یعنے اپنے نفس سے فانی ہوکر بقا
باللہ کا درجہ حاصل کرتا ہے تو ایک خاص طور پر نزول ملائکہ کا
اُسپر شروع ہو جاتا ہے اگرچہ سلوک کی ابتدائی حالات میں بھی
ملائک اسکے نصرت اور خدمت میں لگے ہوئے ہوتے ہیں لیکن یہ
نزول ایسا اتم اور اکمل ہوتا ہے کہ سجدہ کا حکم رکھتا ہے اور سجدہ
کے لفظ سے خدا تعالیٰ نے یہ ظاہر کردیا کہ ملائکہ انسان کامل سے افضل
نہیں ہیں بلکہ وہ شاہی خادموں کی طرح سجدات تعظیم انسان کامل
کے آگے بجا لا رہے ہیں ایسا ہی خدا تعالیٰ نے سورۃ الشمس میں نہایت
لطیف اشارات و استعارات میں انسان کامل کے مرتبہ کو زمین
آسمان کے تمام باشندوں سے اعلیٰ و برتر بیان فرمایا ہے جیسا کہ
وہ فرماتا ہے والشمس و ضحٰھا والقمر اذا تلٰھا والنھار
اذا جلّٰھا واللیل اذا یغشٰھا والسماء وما بنٰھا والارض
وما طحٰھا ونفس وما سوّٰھا فالھمھا فجورھا وتقوٰھا
قد افلح من زکّٰھا وقد خاب من دسّٰھا کذبت ثمود

بطغوٰیها اذ انبعث اشقٰها فقال لهم رسول الله ناقة
الله و سقیٰها فکذبوہُ فعقروھا فدمدم علیهم
ربهم بذنبهم فسوٰیها ولا یخاف عقبٰها
یعنے قسم ہے سورج کی اور اُسکی دہوپ کی اور قسم ہے چاند کی
جب وہ سورج کی پیروی کرے اور قسم ہے دن کی جب اپنی
روشنی کو ظاہر کرے اور قسم ہے اُس رات کی جو بالکل تاریک
ہو اور قسم ہے زمین کی اور اُسکی جسنے اُسے بچھایا اور قسم ہے
انسان کے نفس کی اور اُسکی جس نے اُسے اعتدال کامل اور وضع
استقامت کے جمیع کمالات متفرقہ عنایت کئے اور کسی کمال
سے محروم نہ رکھا بلکہ سب کمالات متفرقہ جو پہلی قسموں کے نیچے
ذکر کئے گئے ہیں اُسمیں جمع کر دی اس طرح پر کہ انسان کامل
کا نفس آفتاب اور اُسکی دھوپ کا بھی کمال اپنے اندر رکھتا
ہے اور چاند کے خواص بھی اُسمیں پائے جاتے ہیں کہ وہ
اکتسابِ فیض دوسرے سے کرسکتا ہے اور ایک نور سے
بطور استفادہ اپنے اندر بھی نور لے سکتا ہے اور اُسمیں رو

روشن کے بھی خواص موجود ہیں کہ جیسے محنت اور مزدوری کرنے والے لوگ دن کی روشنی میں کما حقہٗ اپنے کاروبار کو انجام دے سکتے ہیں ایسا ہی حق کے طالب اور سلوک کی راہوں کو اختیار کرنے والے انسان کامل کے نمونہ پر چلکر بہت آسانی اور صفائی سے اپنی مہمات دینیہ کو انجام دیتے ہیں سو وہ دن کی طرح اپنے تئیں بکمال صفائی ظاہر کر سکتا ہے اور ساری خاصیتیں دن کی اپنے اندر رکھتا ہے سو اندھیری رات سے بھی انسان کامل کو ایک مشابہت ہے

حاشیہ سورج بحکمت کاملہ الٰہی سات سوتیں تعینات میں اپنے تئیں متشکل کر کے دُنیا پر مختلف قسموں کی تاثیرات ڈالتا ہے اور ہر یک تشکل کی وجہ سے ایک خاص نام اُسکو حاصل ہے اور یکشنبہ دوشنبہ سہ شنبہ وغیرہ درحقیقت باعتبار خاص خاص تعینات ولوازم و تاثیرات کے سورج کے ہی نام ہیں جب یہ لوازم خاصہ بوقت لئے کے وقت ذہن میں ملحوظ نہ رکھے جائیں اور صرف مجرد اور اطلاقی حالت میں نام لیا جائے تو اُسوقت سورج کہینگے لیکن جب اُسے سورج کے خاص خاص لوازم اور تاثیرات اور مقامات ذہن میں

کہ وہ باوجود نہایت درجہ کے انقطاع اور تبتل کے جو اُس کو بجانب اللہ حاصل ہے بحکمت و مصلحت الٰہی اپنی نفس کی ظلمانی خواہشوں کی طرف بھی کبھی کبھی متوجہ ہو جاتا ہے یعنے جو جو نفس کے حقوق انسان پر رکھے گئے ہیں جو بظاہر نورانیت کے مخالف اور مزاحم معلوم ہوتے ہیں جیسے کھانا پینا سونا اور بیوی کے حقوق ادا کرنا یا بچوں کی طرف التفات کرنا یہ سب حقوق بجا لاتا ہے اور کچھ تھوڑی دیر کے لئے اِس تاریکی کو اپنے لئے پسند کر لیتا ہے نہ اِس وجہ سے کہ اُسکو حقیقی طور پر تاریکی کی طرف میلان ہے

بقیہ حاشیہ

ملحوظ رکھ کر بولیں گے تو اسکو کبھی دن کہیں گے اور کبھی رات کبھی اسکا نام اتوار رکھیں گے اور کبھی پیر اور کبھی ساون اور کبھی بھادون - کبھی اسوج کبھی کاتک غرض یہ سب سورج کے ہی نام ہیں اور نفس انسان بھی باعتبار مختلف تعینات اور مختلف اوقات و مقامات و حالات مختلف ناموں سے موسوم ہو جاتا ہے کبھی نفس زکیہ کہلاتا ہے اور کبھی امارہ کبھی لوامہ اور کبھی مطمئنہ غرض اُسکے بھی اتنے ہی نام ہیں جسقدر سورج کے مگر بخوف طول اسقدر بیان کرنا کافی سمجھا گیا - منہ

بلکہ اِس وجہ سے کہ خود خداوند علیم و حکیم اُسکو اِس طرف توجہ بخشتا ہے تا روحانی تعب و مشقت سے کسیقدر آرام پاکر پھر اُن مجاہدات شاقہ کے اُٹھانے کے لئے تیار ہو جائے جیساکہ کسیکا شعر ہے

چشم شہباز کار زانان شکار ۔ از پئے کشادن ست گر دوختہ اند

سو اسی طرح یہ کامل لوگ جب غایت درجہ کی کوفت خاطر اور گداہش اور ہم و غم کے غلبہ کے وقت کسیقدر حظوظ نفسانیہ سے تمتع حاصل کرلیتے ہیں تو پھر جسم ناتوان انکا روح کی رفاقت کے لئے از سرِ نو قوی اور توانا ہو جاتا ہے اور اِس تہوڑی سی محجوبیت کی وجہ سے بڑے بڑے مراحل نورانی طے کرجاتا ہے اور ما سوا اِسکے نفس انسان میں ہوات کے اور دوسرے خواص دقیقہ بھی پائے جاتے ہیں جنکو علم ہیئت اور نجوم اور طبعی کی باریک نظر نے دریافت کیا ہے ایسا ہی انسان کامل کے نفس کو آسمان سے بھی مشابہت ہے مثلاً جیسے آسمان کا پول اِس قدر وسیع اور کشادہ ہے کہ کسی چیز سے پُر نہیں ہو سکتا ایسا ہی اُن بزرگوں کا نفس ناطقہ نہایت درجہ کی وسعتیں اپنے اندر رکھتا ہے اور باوجود ہزارہا معارف و حقائق کے حاصل کرنے کے

پھر بھی ماہر فناک کا نعرہ مارتا ہی رہتا ہے اور جیسے آسمان کا
پول روشن ستاروں سے پُر ہے ایسا ہی نہایت روشن نور
اُسمیں بہی رکھے گئے ہیں کہ جو آسمان کے ستاروں کی طرح چمکتے
ہوئے نظر آتے ہیں ایسا ہی انسان کامل کے نفس کو زمین سے بہی
کامل مشابہت ہے یعنے جیسا کہ عُمدہ اور اول درجہ کی زمین یہ خاصیت
رکھتی ہے کہ جب اُس میں تخم ریزی کیجاے اور پھر خوب قُلبہ رانی اور
آبپاشی ہو اور تمام مراتب محنت کشاورزی کے اُسپر پورے کر دیئے
جائیں تو وہ دوسری زمینوں کی نسبت ہزار گونہ زیادہ پہل لاتی
ہے اور نیز اُسکا پہل بہ نسبت اور پہلوں کے نہایت لطیف اور
شیریں و لذیذ اور اپنی کمیت و کیفیت میں انتہائی درجہ تک
بڑھا ہوا ہوتا ہے اسی طرح انسان کامل کے نفس کا حال ہے کہ حکم
الہی کی تخم ریزی سے عجیب سرسبزی لیکر اُسکے اعمال صالحہ کے
پودے نکلتے ہیں اور ایسے محمود اور غایت درجہ کے لذیذ اُسکے
پہل ہوتے ہیں کہ ہریک دیکھنے والے کو خدا تعالی کی پاک قدرت
یاد آکر سبحان اللہ کہنا پڑتا ہے سو یہ آیت وقفنس

وما سویٰہا۔ صاف طور پر بتلا رہی ہے کہ انسان کامل اپنے
معنے اور کیفیت کے رو سے ایک عالم ہے اور عالم کبیر کے تمام
شیون و صفات و خواص اجمالی طور پر اپنے اندر جمع رکھتا ہے جیسا کہ
اللہ جل شانہ نے شمس کی صفات سے شروع کر کے زمین تک
جو ہماری سکونت کی جگہہ ہے سب چیزوں کے خواص اشارہ کے
طور پر بیان فرمائے یعنے بطور قسموں کے اُنکا ذکر کیا بعد اس کے
انسان کامل کے نفس کا ذکر فرمایا تا معلوم ہو کہ انسان کامل کا نفس
اُن تمام کمالات متفرقہ کا جامع ہے جو پہلی چیزوں میں جنکی قسمیں
کھائی گئیں الگ الگ طور پر پائی جاتی ہیں اور اگر یہ کہا جاوے
کہ خدا تعالیٰ نے ان اپنی مخلوق چیزوں کے جو اُسکے وجود کے مقابل
پر بے بُنیاد و ہیچ ہیں کیوں قسمیں کھائیں تو اِسکا جواب یہ ہے
کہ تمام قرآن شریف میں یہ ایک عام عادت و سنت الٰہی ہے
کہ وہ بعض نظری امور کے اثبات و احقاق کے لئے ایسے امور کا
حوالہ دیتا ہے جو اپنے خواص کا عام طور پر بیّن اور کُھلا کُھلا اور بدیہی
ثبوت رکھتے ہیں جیسا کہ اِسمیں کسی کو بھی شک نہیں ہو سکتا کہ

سورج موجود ہے اور اُسکی دہوپ بھی ہے اور چاند موجود ہے اور
وہ نور آفتاب سے حاصل کرتا ہے اور روز روشن بھی سب
کو نظر آتا ہے اور رات بھی سب کو دکھائی دیتی ہے اور آسمان
کا پول بھی سب کی نظر کے سامنے ہے اور زمین تو خود انسانوں کی
سکونت کی جگہہ ہے اب چونکہ یہ تمام چیزیں اپنا اپنا کُھلا کُھلا وجود
اور کُھلے کُھلے خواص رکھتی ہیں جن میں کسیکو کلام نہیں ہوسکتا
اور نفس انسان کا ایسی چھپی ہوئی اور نظری چیز ہے کہ خود اُسکے
وجود میں ہی صدہا جھگڑے برپا ہو رہے ہیں بہت سے فرقے
ایسے ہیں کہ وہ اِس بات کو مانتے ہی نہیں کہ نفس یعنے روح انسان
بھی کوئی مستقل اور قایم بالذات چیز ہے جو بدن کی مفارقت
کے بعد ہمیشہ کے لئے قایم رہ سکتی ہے اور جو بعض لوگ نفس کے
وجود اور اُسکی بقا اور ثبات کے قایل ہیں وہ بھی اُسکی باطنی
استعدادات کا وہ قدر نہیں کرتے جو کرنا چاہئے تھا بلکہ بعض
تو اتنا ہی سمجہہ بیٹھے ہیں کہ ہم صرف اسی غرض کے لئے دُنیا میں
آئے ہیں کہ حیوانات کی طرح کھانے پینے اور حظوظ نفسانی میں عمر

بسر کریں وہ اس بات کو جانتے بھی نہیں کہ نفس انسانی کسقدر اعلیٰ درجہ کی طاقتیں اور قوتیں اپنے اندر رکھتا ہے اور اگر وہ کسب کمالات کی طرف متوجہ ہو تو کیسے تھوڑے ہی عرصہ میں تمام عالم کے متفرق کمالات و فضایل و انواع پر ایک دائرہ کی طرح محیط ہو سکتا ہے سو اللہ جل شانہ نے اس سورہ مبارکہ میں نفس انسان اور پھر اُسکے بے نہایت خواص فاضلہ کا ثبوت دینا چاہا ہے پس اول اُسنے خیالات کو رجوع دلانے کے لئے شمس اور قمر وغیرہ چیزوں کے متفرق خواص بیان کرکے پھر نفس انسان کی طرف اشارہ فرمایا کہ وہ جامع اُن تمام کمالات متفرقہ کا ہے اور جبکہ حالت میں نفس انسان میں ایسے اعلیٰ درجہ کے کمالات و خاصیات تمامہا موجود ہیں جو اجرام سماویہ اور ارضیہ میں متفرق طور پر پائے جاتے ہیں تو کمال درجہ کی نادانی ہوگی کہ ایسے عظیم الشان اور مستجمع کمالات متفرقہ کی نسبت یہ وہم کیا جاوے کہ وہ کچھ بھی چیز نہیں جو موت کے بعد باقی رہ سکے یعنے جب کہ یہ تمام خواص جو ان مشہور و محسوس چیزوں میں ہیں جنکا مستقل وجود مانتے ہیں

تمہیں کچھہ کلام نہیں یہاں تک کہ ایک اندھا بھی دہوپ کا احساس کرکے آفتاب کے وجود کا یقین رکھتا ہے نفس انسان میں سب کے سب یکجائی طور پر موجود ہیں تو نفس کے مستقل اور قایم بالذات وجود میں تمہیں کیا کلام باقی ہے کیا ممکن ہے کہ جو چیز اپنی ذات میں کچھہ ہی نہیں وہ تمام موجود بالذات چیزوں کے خواص جمع رکھتے ہوا اس جگہ قسم کھانے کی طرز کو اس وجہ سے اللہ جل شانہ نے پسند کیا ہے کہ قسم قایم مقام شہادت کے ہوتی ہے اسیوجہ سے حکام مجازی بھی جب دوسرے گواہ موجود نہ ہوں تو قسم پر انحصار کردیتے ہیں اور ایک مرتبہ کی قسم سے وہ فایدہ اُٹھا لیتے ہیں جو کم سے کم دو گواہوں سے اُٹھا سکتے ہیں سو چونکہ عقلاً و عرفاً و قانوناً و شرعاً قسم شاہد کے قایمقام سمجھی جاتی ہے لہذا اسی بنا پر خداتعالی نے اس جگہ شاہد کے طور پر اُسکو قرار دے دیا ہے۔ پس خداتعالی کا یہ کہنا کہ قسم ہے سورج کی اور اُسکی دہوپ کی درحقیقت اپنے مرادی معنے یہ رکھتا ہے کہ سورج اور اُسکی دہوپ یہ دونوں نفس انسان کے موجود بالذات اور قایم بالذات ہونے کے شاہد حال ہیں کیونکہ سورج میں جو جو

خواص گرمی اور روشنی وغیرہ پائے جاتے ہیں یہی خواص معہ
شیئے زاید انسان کے نفس میں بھی موجود ہیں مکاشفات کی روشنی
اور توجہ کی گرمی جو نفوس کاملہ میں پائی جاتی ہے اُسکے عجائبات سورج
کی گرمی اور روشنی سے کہیں بڑھ کر ہیں سو جب کہ سورج موجود بالذات
ہے تو جو خواص ہیں اسکا ہم مثل اور ہم پلّہ ہے بلکہ اس سے بڑھ کر یعنے نفس انسان
وہ کیونکر موجود بالذات نہ ہوگا اسی طرح خدا تعالیٰ کا یہ کہنا کہ قسم ہے
چاند کی جب وہ سورج کی پیروی کرے اسکے مرادی معنے یہ ہیں کہ چاند
اپنی اس خاصیت کے ساتھ کہ وہ سورج سے بطور استفادہ نور حاصل
کرتا ہے نفس انسان کے موجود بالذات اور قایم بالذات ہونے پر
شاہد حال ہے کیونکہ جس طرح چاند سورج سے اکتساب نور کرتا ہے
اسی طرح نفس انسان کا جو مستعد اور طالب حق ہے ایک دوسرے
انسان کامل کی پیروی کرکے اسکے نور میں سے لے لیتا ہے اور اُسکے
باطنی فیض سے فیضیاب ہو جاتا ہے بلکہ چاند سے بڑھ کر استفادہ
نور کرتا ہے کیونکہ چاند تو نور کو حاصل کرکے پھر چھوڑ بھی دیتا ہے
مگر یہ کبھی نہیں چھوڑتا پس جبکہ استفادہ نور میں یہ چاند کا شریک

غالب ہے اور دوسری تمام صفات اور خواص چاند کے اپنے اندر رکھتا ہے تو پھر کیا وجہ کہ چاند کو تو موجود بالذات اور قایم بالذات مانا جائے مگر نفس انسان کے مستقل طور پر موجود ہونے سے بکلی انکار کر دیا جائے غرض اسی طرح خدا تعالیٰ نے اِن تمام چیزوں کو جنکا ذکر نفس انسان کی پہلے قسم کھا کر کیا گیا ہے اپنے خواص کے رو سے شواہد اور ناطق گواہ قرار دیکر اِس بات کی طرف توجہ دلائی ہے کہ نفس انسان واقعی طور پر موجود ہے اور اسی طرح ہر یک جگہ جو قرآن شریف میں بعض بعض چیزوں کی قسمیں کھائی ہیں اُن قسموں سے ہر جگہ یہی مدعا و مقصد ہے کہ تا امور بدیہہ کو اسرار مخفیہ کے لئے جو اُن کے ہمرنگ ہیں بطور شواہد کے پیش کیا جائے لیکن اِس جگہ یہ سوال ہوگا کہ جو نفس انسان کے موجود بالذات ہونے کے لئے قسموں کے پیرایہ میں شواہد پیش کئے گئے ہیں اُن شواہد کے خواص بدیہی طور پر نفس انسان میں کہاں پائے جاتے ہیں اور اسکا ثبوت کیا ہے کہ پائے جاتے ہیں۔ اِس وہم کے رفع کرنے کے لئے اللہ جلّ شانہٗ اِسکے بعد

فرماتا ہے فالھمھا فجورھا وتقوٰیہا قد افلح من زکٰیھا وقد خاب من دسّٰیھا یعنے خدا یتعالی نے نفس انسان کو پیدا کر کے ظلمت اور نورانیت اور ویرانی اور سرسبزی کی دونوں راہیں اُسکے لئے کھولدی ہیں جو شخص ظلمت اور فجور یعنے بدکاری کی راہیں اختیار کرے تو اُسکو اُن راہوں میں ترقی کے کمال درجہ تک پہنچایا جاتا ہے یہانتک کہ اندھیری رات سے اُسکی سخت مشابہت ہو جاتی ہے اور بجز معصیت اور بدکاری اور پُرظلمت خیالات کے اور کسی چیز میں اُسکو مزہ نہیں آتا ایسے ہی ہم صحبت اُسکو اچھے معلوم ہوتے ہیں اور ایسے ہی شغل اُسکے جی کو خوش کرتے ہیں اور اُسکی بدطبیعت کے مناسب حال بدکاری کے الہامات اُسکو ہوتے رہتے ہیں یعنے ہر وقت بدچلنی اور بدمعاشی کے ہی خیالات اُسکو سوجھتے ہیں کبھی اچھے خیالات اُسکے دل میں پیدا ہی نہیں ہوتے اور اگر پرہیزگاری کا نورانی راستہ اختیار کرتا ہے تو اُس نور کو مدد دینے والے الہام اُسکو ہوتے رہتے ہیں یعنے خدا یتعالی اُسکے دلی نور کو جو

تخم کی طرح اُسکے دل میں موجود ہے اپنے الہامات خاصہ سے کمال
تک پہنچا دیتا ہے اور اُسکے روشن مکاشفات کی آگ کو افروختہ
کردیتا ہے تب وہ اپنے چمکتے ہوئے نور کو دیکھہ کر اور اُس کے
افاضہ اور استفاضہ کی خاصیت کو آزما کر پورے یقین سے سمجھہ
لیتا ہے کہ آفتاب اور ماہتاب کی نورانیت مجھہ میں بھی موجود ہے
اور آسمان کے وسیع اور بلند اور پُر کواکب ہونے کے موافق میرے
سینہ میں بھی انشراح صدر اور عالی ہمتی اور دل اور دماغ میں
ذخیرہ روشن قوٰی کا موجود ہے جو ستاروں کی طرح چمک رہے
ہیں تب اُسے اس بات کے سمجھنے کے لئے اور کسی خارجی ثبوت
کی کچھہ بھی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ اُسکے اندر سے ہی ایک کامل
ثبوت کا چشمہ ہر وقت جوش مارتا ہے اور اُسکے پیاسے دل
کو سیراب کرتا رہتا ہے اور اگر یہ سوال پیش ہو کر سلوک کے
طور پر کیونکر ان نفسانی خواص کا مشاہدہ ہوسکے تو اسکے جواب
میں اللہ جل شانہ فرماتا ہے قد افلح من زکّٰھا و قد خاب
من دسّٰھا یعنے جس شخص نے اپنے نفس کا تزکیہ کیا اور تجلّی

رذائل اور اخلاق ذمیمہ سے دست بردار ہوکر خدا تعالیٰ کے حکموں کے نیچے اپنے تئیں ڈالدیا وہ اُس مراد کو پہنچیگا اور اپنا نفس اُسکو عالم صغیر کی طرح کمالات متفرقہ کا مجمع نظر آئیگا لیکن جس شخص نے اپنے نفس کو پاک نہیں کیا بلکہ بیجا خواہشوں کے اندر گاڑ دیا وہ اُس مطلب کے پانے سے نامراد رہیگا ماحصل اس تقریر کا یہ ہے کہ بلاشبہ نفس انسان میں وہ متفرق کمالات موجود ہیں جو تمام عالم میں پائے جاتے ہیں اور اُن پر یقین لانیکے لئے یہ ایک سیدھی راہ ہے کہ انسان حسب منشاء قانون الٰہی تزکیہ نفس کی طرف متوجہ ہو کیونکہ تزکیہ نفس کی حالت میں نہ صرف علم الیقین بلکہ حق الیقین کے طور پر ان کمالات مخفیہ کی سچائی کُھل جائیگی۔ پھر بعد اسکے اللہ جلشانہٗ ایک مثال کے طور پر ثمود کی قوم کا ذکر کرکے فرماتا ہے کہ اُنہوں نے بباعث اپنی جبلی سرکشی کے اپنے وقت کے نبی کو جھٹلایا اور اس تکذیب کے لئے ایک بڑا بدبخت اُن میں سے پیش قدم ہوا اُسوقت کے رسول نے اُنہیں نصیحت کے طور پر کہا کہ ناقۃ اللہ یعنے خدا تعالیٰ کے

کی اُونٹنی اور اُسکے پانی پینے کی جگہہ کا تعرض مت کرو مگر اُنھوں نے
نہ مانا اور اُونٹنی کے پاؤں کاٹے سو اِس جُرم کی شامت سے اللہ
تعالیٰ نے اُن پر موت کی مار ڈالی اور اُنھیں خاک سے ملا دیا اور
خدا تعالیٰ نے اِس بات کی کچھہ بھی پروا نہ کی کہ اُنکے مرنے کے بعد
اُن کی بیوہ عورتوں اور یتیم بچوں اور بیکس عیال کا کیا حال ہوگا
یہ ایک نہایت لطیف مثال ہے جو خدا تعالیٰ نے انسان کے نفس
کو ناقۃ اللہ سے مشابہت دینے کے لئے اِس جگہہ لکھی ہے۔
مطلب یہ ہے کہ انسان کا نفس بھی درحقیقت اسی غرض کے لئے پیدا
کیا گیا ہے کہ تا وہ ناقۃ اللہ کا کام دیوے اُسکی فنا فی اللہ ہونیکی حالت میں خدا تعالیٰ
اپنی پاک تجلّی کے ساتھہ اُسپر سوار ہو جیسے کوئی اُونٹنی پر سوار
ہوتا ہے سو نفس پرست لوگوں کو جو حق سے مونہہ پھیر رہے
ہیں تہدید اور انذار کے طور پر فرمایا کہ تم لوگ بھی قوم ثمود کی
طرح ناقۃ اللہ کا سقیا یعنے اُسکے پانی پینے کی جگہہ جو یاد الٰہی
اور معارف الٰہی کا چشمہ ہے جسپر اِس ناقہ کی زندگی موقوف ہے
اُسپر بند کر رہے ہو اور نہ صرف بند بلکہ اُسکے پیر کاٹنے کی فکر میں ہو

تاوہ خدا تعالیٰ کی راہوں پر چلنے سے بالکل رہ جائے سو اگر تم
اپنی خیر مانگتے ہو تو وہ زندگی کا پانی اُسے بہ بندمت کرو اور اپنی بیجا
خواہشوں کے تبر و تبر سے اُسکے بہ بندمت کاٹو اگر تم ایسا کروگے اور
وہ ناقہ جو خدا تعالیٰ کی سواری کے لئے تمکو دی گئی ہے مجروح ہوکر
مر جائیگی تو تم بالکل نکمے اور خشک لکڑی کی طرح متصور ہوکر کاٹ
دیئے جاؤگے اور پھر آگ میں ڈالے جاؤگے اور تمہارے مرنیکے
بعد خدا تعالیٰ تمہارے پس ماندوں پر ہرگز رحم نہیں کریگا بلکہ تمہاری
معصیت اور بدکاری کا وبال اُنکے بھی آگے آئیگا اور نہ صرف تم
اپنے شامت اعمال سے مروگے بلکہ اپنے عیال و اطفال کو بھی اُسی
تباہی میں ڈالوگے۔

اِن آیات بیّنات سے صاف صاف ثابت ہوگیا کہ خداوندکریم
نے انسان کو سب مخلوقات سے بہتر اور افضل بنایا ہے اور ملائک
اور کواکب اور عناصر وغیرہ جو کچھ انسان میں اور خدا تعالیٰ میں بطور
وسائط کے دخیل ہوکر کام کر رہے ہیں وہ اُنکا درمیانی واسطہ ہونا
اُنکی فضیلت پر دلالت نہیں کرتا اور وہ اپنے درمیانی ہونے کی

وجہ سے انسان کو کوئی عزت نہیں بخشتے بلکہ خود اُنکو عزت حاصل
ہوتی ہے کہ وہ ایسی شریف مخلوق کی خدمت میں لگائے گئے
ہیں سو در حقیقت وہ تمام خادم ہیں نہ مخدوم اور اس بارے
میں حضرت سعدی شیرازی رحمۃ اللہ نے کیا اچھا کہا ہے
ابر و باد و مہ و خورشید و فلک در کار اند ؛ تا تو نانے بکف آری
و بغفلت نخوری ؛ ہمہ از بہر تو سرگشتہ و فرمان بردار
شرط انصاف نباشد کہ تو فرمان نبری - اور پھر ہم بقیہ
تقریر کی طرف عود کر کے کہتے ہیں کہ ملائک اللہ جیسا کہ ہم
پہلے ہی بیان کر چکے ہیں، ایک ہی درجہ کی عظمت اور بزرگی نہیں
رکھتے نہ ایک ہی قسم کا کام اُنہیں سپرد ہے بلکہ ہر ایک فرشتہ
علیحدہ علیحدہ کاموں کے انجام دینے کے لئے مقرر کیا گیا ہے دنیا
میں جس قدر تم تغیّرات و انقلابات دیکھتے ہو یا جو کچھ مکمن قوہ سے
خیز فعل میں آتا ہے یا جسقدر ارواح و اجسام اپنے کمالات مطلوبہ
تک پہنچتے ہیں ان سب پر تاثیرات سماویہ کام کر رہی ہیں اور
کبھی ایک ہی فرشتہ مختلف طور کی استعدادوں پر مختلف طور

کمی اثر ڈالتا ہے مثلاً جبرئیل جو ایک عظیم الشان فرشتہ ہے اور
آسمان کے ایک نہایت روشن نیّر سے تعلق رکھتا ہے اُس کو
کئی قسم کی خدمات سپرد ہیں۔ اُنھیں خدمات کے موافق جو اُسکے نیّر سے
لئے جاتے ہیں سو وہ فرشتہ اگرچہ ہر یک ایسے شخص پر نازل ہوتا
ہے جو وحی الٰہی سے مشرّف کیا گیا ہو (نزول کی اصل کیفیت جو
صرف اثر اندازی کے طور پر ہے نہ واقعی طور پر یاد رکھنی چاہئیے) لیکن
اُسکے نزول کی تاثیرات کا دائرہ مختلف استعدادوں اور مختلف ظروف
کے لحاظ سے چھوٹی یا بڑی بڑی شکلوں پر تقسیم ہو جاتا ہے نہایت
بڑا دائرہ اسکی روحانی تاثیرات کا وہ دائرہ ہے جو حضرت خاتم الانبیا
صلی اللہ علیہ وسلّم کی وحی سے متعلق ہے اسیوجہ سے جو معارف
و حقایق و کمالات حکمت و بلاغت قرآن شریف میں اکمل اور اتم
طور پر پائے جاتے ہیں یہ عظیم الشان مرتبہ اور کسی کتاب کو حاصل
نہیں اور یہ بھی یاد رکھنا چاہئیے (جیسا کہ پہلے بھی ہم اسکی طرف
اشارہ کر چکے ہیں) کہ ہر یک فرشتہ کی تاثیر انسان کے نفس پر دو
قسم کی ہوتی ہے اول وہ تاثیر جو رحم میں ہونے کی حالت میں باذنہٖ

تعالیٰ مختلف طور کے تخم پر مختلف طور کا اثر ڈالتی ہے پھر دوسری
وہ تاثیر جو بعد طیاری وجود کے اُس وجود کی مخفی استعدادوں کو اپنے
کمالات ممکنہ تک پہنچانے کے لئے کام کرتی ہے اُس دوسری تاثیر کو
جب وہ نبی یا کامل ولی کے متعلق ہو وحی کے نام سے موسوم کیا جاتا
ہے اور یوں ہوتا ہے کہ جب ایک مستعد نفس اپنے نور ایمان اور نور
محبت کے کمال سے رب رفیوض کے ساتھ دوستانہ تعلق پکڑ لیتا ہے
اور خدا تعالیٰ کی زندگی بخش محبت اُسکی محبت پر پرتوہ انداز ہوجاتی ہے
تو اس حد اور اس وقت تک جو کچھ انسان کو آگے قدم رکھنے کے
لئے مقدور حاصل ہوتا ہے یہ در اصل اُسی پنہانی تاثیر کا اثر ظاہر
ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ کے فرشتہ نے انسان کے رحم میں ہونے کی حالت
میں کی ہوتی ہے پھر بعد اسکے جب انسان اس پہلی تاثیر کی کشش سے یہ
مرتبہ حاصل کر لیتا ہے تو پھر وہی فرشتہ از سر نو اپنا اثر نور سے
بھرا ہوا اسپر ڈالتا ہے مگر یہ نہیں کہ اپنی طرف سے بلکہ وہ درمیانی خادم
ہونے کی وجہ سے اُس نالی کی طرح جو ایک طرف سے پانی کو کھینچتی اور
دوسری طرف اُس پانی کو پہنچا دیتی ہے خدا تعالیٰ کا نور فیضان اپنے اندر

کھینچ لیتا ہے یعنی اُسوقت ہیں کہ جب انسان بوجہ اقتران محبتین
روح القدس کی نالی کے قریب اپنے تئیں رکھ دیتا ہے معاً اُس نالی
میں سے فیض وحی اُسکے اندر گر جاتا ہے یا یوں کہو کہ اسوقت جبریل
اپنا نورانی سایہ اُس مستعد دل پر ڈالکر ایک عکسی تصویر اپنی اُسکے
اندر لکھ دیتا ہے تب جیسے اُس فرشتہ کا جو آسمان پر مستقر ہے
جبریل نام ہے اِس عکسی تصویر کا نام بھی جبریل ہی ہوتا ہے یا مثلاً
اُس فرشتہ کا نام روح القدس ہے تو عکسی تصویر کا نام بھی
روح القدس ہی رکھا جاتا ہے سو یہ نہیں کہ فرشتہ انسان کے اندر
گھس آتا ہے بلکہ اُسکا عکس انسان کے آئینہ قلب میں نمودار ہو جاتا
ہے مثلاً جب تم نہایت مصفّی آئینہ اپنے مونہہ کے سامنے رکھ
دوگے تو موافق دائرہ مقدار اُس آئینہ کے تمہاری شکل کا
عکس بلا توقف اُسمیں پڑیگا یہ نہیں کہ تمہارا مونہہ اور تمہارا سر
گردن سے ٹوٹ کر اور الگ ہو کر آئینہ میں رکھ دیا جائیگا۔ بلکہ
اُسی جگہ رہیگا جو رہنا چاہئے صرف اُسکا عکس پڑیگا اور عکس بھی
ہر ایک جگہ ایک ہی مقدار پر نہیں پڑیگا بلکہ جیسی جیسی وسعت آئینہ

قلب کی ہوگی اُسی مقدار کے موافق اثر پڑیگا مثلاً اگر تم اپنا چہرہ
آرسی کے شیشہ میں دیکھنا چاہو کہ جو ایک چھوٹا سا شیشہ ایک
قسم کی انگشتری میں لگا ہوا ہوتا ہے تو اگرچہ اُسمیں کبھی تمام
چہرہ نظر آئیگا مگر ہر یک عضو اپنی اصلی مقدار سے نہایت چھوٹا ہو کر
نظر آئیگا لیکن اگر تم اپنے چہرہ کو ایک بڑے آئینہ میں دیکھنا چاہو
جو تمہاری شکل کے پورے انعکاس کے لئے کافی ہے تو تمہارے
تمام نقوش اور اعضا چہرہ کے اپنے اصلی مقدار پر نظر آجائینگے
پس یہی مثال جبریل کی تاثیرات کی ہے ادنیٰ سے ادنیٰ مرتبہ کے
ولی پر بھی جبریل ہی تاثیر وحی کی ڈالتا ہے اور حضرت خاتم الانبیاء
صلی اللہ علیہ وسلم کے دل پر بھی وہی جبریل تاثیر وحی کی ڈالتا رہا
ہے لیکن ان دونوں وحیوں میں وہی فرق مذکورہ بالا آرسی
کے شیشہ اور بڑے آئینہ کا ہے یعنے اگرچہ بظاہر صورت جبریل وہی
ہے اور اُسکی تاثیرات بھی وہی مگر ہر یک جگہ مادہ قابلہ ایک ہی
وسعت اور صفائی کی حالت پر نہیں اور یہ جو اس جگہ میں نے
صفائی کا لفظ بھی لکھ دیا تو یہ اس بات کے اظہار کے لئے ہے

کہ جبریلی تاثیرات کا اختلاف صرف کمیت کے ہی متعلق نہیں بلکہ
کیفیت کے بھی متعلق ہے یعنے صفائی قلب جو شرط انعکاس ہے
تمام افراد ملہمین کے ایک ہی مرتبہ تک پر کبھی نہیں ہوتے جیسے
تم دیکھتے ہو کہ سارے آئینے ایک ہی درجہ کی صفائی ہرگز نہیں رکھتے
بعض آئینے ایسے اعلیٰ درجہ کے آبدار اور مصفی ہوتے ہیں کہ پورے
طور پر جیسا کہ چاہئے دیکھنے والے کی شکل اُن میں ظاہر ہو جاتی
ہے اور بعض ایسے کثیف اور مکدر اور پُر غبار اور دود آمیز جیسے
ہوتے ہیں کہ صاف طور پر اُنمیں شکل نظر نہیں آتی بلکہ بعض
ایسے بگڑے ہوئے ہوتے ہیں کہ اگر مثلاً اُن میں دونوں لب
نظر آویں تو ناک دکھائی نہیں دیتا اور اگر ناک نظر آگیا تو آنکھیں
نظر نہیں آتیں سو یہی حالت دلوں کے آئینہ کی ہے جو نہایت
درجہ کا مصفی دل ہے اُسمیں مصفا طور پر انعکاس ہوتا ہے اور
جو کسیقدر مکدر ہے اُسمیں اُسی قدر مکدر دکھائی دیتا ہے اور اکمل
اور اتم طور پر یہ صفائی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دلکو حاصل
ہے ایسی صفائی کسی دوسرے دل کو ہرگز حاصل نہیں۔

اِس جگہ اِس نکتہ کا بیان کرنا بھی ضروری ہے کہ خدا تعالیٰ جو علت العلل ہے جسکے وجود کے ساتھہ تمام وجودوں کا سلسلہ وابستہ ہے جب وہ کبھی مربیانہ یا قاہرانہ طور پر کوئی جنبش اور حرکت ارادی کسی امر کے پیدا کرنے کے لئے کرتا ہے تو وہ حرکت اگر اتم اور اکمل طور پر ہو تو جمیع موجودات کی حرکت کو مستلزم ہوتی ہے اور اگر بعض شیئون کے لحاظ سے یعنے جزئی حرکت ہو تو اُسی کے موافق عالم کے بعض اجزا میں حرکت پیدا ہو جاتی ہے۔ اصل حقیقت یہ ھے کہ خدائے عزّ و جل کے ساتھہ اُسکی تمام مخلوقات اور جمیع عالموں کا جو علاقہ ھے وہ اُس علاقہ سے مشابہ ہے جو جسم کو جان سے ہوتا ہے اور جیسے جسم کے تمام اعضا روح کے ارادہ کے تابع ہوتے ہیں اور جس طرف روح جُھکتی ہے اُسی طرف وہ جُھک جاتے ہیں یہی نسبت خدا تعالیٰ اور اُسکی مخلوقات میں پائی جاتی ہے۔ اگرچہ میں صاحب فصوص کی طرح حضرت واجب الوجود کی نسبت یہ تو نہیں کہتا کہ خلق الاشیا و ہو عینہا۔ مگر یہہ ضرور کہتا ہوں کہ خلق الاشیا و ہو کعینہا۔ ہذا العالم کصرح ممرد من قواریر

وماء الطاقت العظمی یجری تحتہا ونفعل مایرید یخیل فی عیون قاصرہ کانہا ھو یحسبون الشمس والقمر والنجوم موثرات بذاتہا ولا موثر الا ھو۔

حکیم مطلق نے میرے پر یہ راز سربستہ کھولدیا ہے کہ یہ تمام عالم معہ اپنے جمیع اجزا کے اُس علت العلل کے کاموں اور ارادوں کی انجام دہی کے لئے سچ مچ اُسکے اعضا کی طرح واقع ہے جو خود بخود قایم نہیں بلکہ ہر وقت اس روح اعظم سے قوت پاتا ہے جیسے جسم کی تمام قوتیں جان کی طفیل سے ہی ہوتی ہیں اور یہ عالم جو اُس وجود اعظم کے لئے قایم مقام اعضا کا ہے بعض چیزیں اُس میں ایسی ہیں کہ گویا اُسکے چہرہ کا نور ہیں جو ظاہری یا باطنی طور پر اُسکے ارادوں کے موافق روشنی کا کام دیتی ہیں اور بعض ایسی چیزیں ہیں کہ گویا اُسکے ہاتھ ہیں اور بعض ایسی ہیں کہ گویا اُسکے پیر ہیں اور بعض اُسکے سانس کی طرح ہیں غرض یہ مجموعہ عالم خدا تعالیٰ کے لئے بطور ایک اندام کے واقعہ ہے اور تمام آب وتاب اُس اندام کی اور ساری زندگی

اُسکی اُسی روح اعظم سے ہے جو اُسکی قیوم ہے اور جو کچھ اُس
قیوّم کی ذات میں ارادی حرکت پیدا ہوتی ہے وہی حرکت
اُس اندام کی کُل اعضا یا بعض میں جیسا کہ اُس قیوم کی ذات
کا تقاضا ہو پیدا ہو جاتی ہے۔

اِس بیان مذکورہ بالا کی تصویر دکھلانے کے لئے تخیلی طور
پر ہم فرض کر سکتے ہیں کہ قیوّم العالمین ایک ایسا وجود اعظم
ہے جسکے بیشمار ہاتھ بیشمار پیر اور ہر یک عضو اِس کثرت سے
ہے کہ تعداد سے خارج اور لا انتہا عرض اور طول رکھتا ہے اور
تندوی کی طرح اُس وجود اعظم کی تاریں بھی ہیں جو صفحہ ہستی
کے تمام کناروں تک پھیل رہی ہیں اور کشش کا کام دے
رہی ہیں یہ وہی اعضا ہیں جنکا دوسرے لفظوں میں عالم
نام ہے جب قیوم عالم کوئی حرکت جزوی یا کُلی کریگا تو اُس کی
حرکت کے ساتھ اُسکے اعضا میں حرکت پیدا ہو جانا ایک لازمی
امر ہوگا اور وہ اپنے تمام ارادوں کو انہیں اعضا کے ذریعہ سے
ظہور میں لائیگا نہ کسی اور طرح سے بس یہی ایک تمام فہم مثال

اُس روحانی امر کی ہے کہ جو کہا گیا ہے کہ مخلوقات کی ہر یک جزو خدا تعالیٰ کے ارادوں کی تابع اور اُسکے مقاصد مخفیہ کو اپنے خادمانہ چہرہ میں ظاہر کر رہی ہے اور بکمال درجہ کی اطاعت سے اُس کے ارادوں کی راہ میں محو ہو رہی ہے۔ اور یہ اطاعت اِس قسم کی ہرگز نہیں ہے جسکے صرف حکومت اور زبردستی پر بنا ہو بلکہ ہر ایک چیز کو خدا تعالیٰ کی طرف ایک مقناطیسی کشش پائی جاتی ہے اور ہر ایک ذرہ ایسا بالطبع اُسکی طرف جھکا ہوا معلوم ہوتا ہے جیسے ایک وجود کے متفرق اعضا اُس وجود کی طرف جھکے ہوئے ہوتے ہیں پس درحقیقت یہی سچ ہے اور بالکل سچ کہ یہ تمام عالم اُس وجود اعظم کے لئے بطور اعضا کے واقعہ ہے اور اسی وجہ سے وہ قیوم العٰلمین کہلاتا ہے کیونکہ جیسی جان اپنے بدن کی قیوم ہوتی ہے ایسا ہی وہ تمام مخلوقات کا قیوم ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو نظام عالم کا بالکل بگڑ جاتا۔

ہر یک ارادہ اُس قیوم کا خواہ وہ ظاہری ہے یا باطنی دینی ہے یا دنیوی اسی مخلوقات کے توسط سے ظہور پذیر ہوتا ہے اور

کوئی ایسا ارادہ نہیں کہ بغیر ان وسائط کے زمین پر ظاہر ہوتا
ہو یہی قدیمی قانون قدرت ہے کہ جو ابتدا سے بندہا ہوا چلا آتا
ہے مگر اُن لوگوں کی سمجھ پر سخت تعجب ہے کہ وہ ظاہری بارش
ہونے کے لئے جو بادلوں کے ذریعہ سے زمین پر ہوتی ہے بخارات
مائیہ کا توسط ضروری خیال کرتے ہیں اور خودبخود قدرت سے
بغیر بادل کے بارش ہوجانا محال سمجھتے ہیں لیکن الہام کی بارش
کے لئے جو صاف دلوں پر ہوتی ہے ملایک کے بادلوں کا توسط
جو عند الشرع ضروری ہے اُسپر جہالت کی نظر سے ہنستے ہیں اور
کہتے ہیں کہ کیا خدا تعالیٰ بغیر ملایک کے توسط کے خودبخود الہام
نہیں کر سکتا تہا وہ اِس بات کے قایل ہیں کہ بغیر توسط ہوا کے
آواز سن لینا خلاف قانون قُدرت ہے مگر وہ ہوا جو روحانی
طور پر خدا تعالیٰ کی آواز کو ملہموں کے دلوں تک پُہنچاتی ہے
اُس قانون قُدرت سے غافل ہیں وہ اِس بات کو مانتے ہیں
کہ ظاہری آنکھوں کی بصارت کے لئے آفتاب کی روشنی کی
ضرورت ہے مگر وہ روحانی آنکھوں کے لئے کسی آسمانی روشنی

کی ضرورت یقین نہیں رکھتی۔

اب جبکہ یہ قانون الٰہی معلوم ہو چکا کہ یہ عالم اپنے جمیع قویٰ ظاہری و باطنی کے ساتھ حضرت واجب الوجود کے لیے بطور اعضا کے واقعہ ہے اور ہر یک چیز اپنے اپنے محل اور موقعہ پر اعضا ہی کا کام دے رہی ہے اور ہر یک ارادہ خدا تعالیٰ کا انہیں اعضا کے ذریعہ سے ظہور میں آتا ہے کوئی ارادہ بغیر ان کی توسط کے ظہور میں نہیں آتا تو اب جاننا چاہیئے کہ خدا تعالیٰ کے وحی میں جو پاک دلوں پر نازل ہوتی ہے جبرئیل کا تعلق جو شریعت اسلام میں ایک ضروری مسئلہ سمجھا گیا اور قبول کیا گیا ہے۔ یہ تعلق بھی اسی فلسفہ حقہ پر ہی مبنی ہے جسکا ابھی ہم ذکر کر چکے ہیں اسکی تفصیل یہ ہے کہ حسب قانون قدرت مذکورہ بالا یہ امر ضروری ہے کہ وحی کے القا یا ملکہ وحی کے عطا کرنیکے لئے بھی کوئی مخلوق خدا تعالیٰ کے الہامی اور روحانی ارادہ کو بمنصہ ظہور لانے کے لئے ایک عضو کی طرح بنکر خدمت بجا لاوے جیسا کہ جسمانی ارادوں کے پورا کرنے کے لئے بجا لا رہے ہیں سو وہ وہی عضو ہے جسکو

دوسرے لفظوں میں جبریل کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے
جو بہ تبعیت حرکت اُس وجود اعظم کے بیچ میں ایک عضو کی طرح
بلا توقف حرکت میں آجاتا ہے یعنے جب خدا تعالیٰ محبت کرنے
والے دل کی طرف محبت کے ساتھ رجوع کرتا ہے تو حسب قاعدہ
مذکورہ بالا جسکا ابھی بیان ہو چکا ہے جبریل کو بھی جو سانس کی
ہوا یا آنکھ کے نور کی طرح خدا تعالیٰ سے نسبت رکھتا ہے اُس طرف
ساتھ ہی حرکت کرنی پڑتی ہے یا یوں کہو کہ خدا تعالیٰ کی جنبش
کے ساتھ ہی وہ بھی بلا اختیار و بلا ارادہ اسی طور سے جنبش
میں آجاتا ہے کہ جیسا اصل کی جنبش سے سایہ کا ہلنا طبعی طور
پر ضروری امر ہے پس جب جبریلی نور خدا تعالیٰ کی کشش اور
تحریک اور نفخہ نورانیہ سے جنبش میں آجاتا ہے تو معاً اُسکی
ایک عکسی تصویر جسکو روح القدس کے ہی نام سے موسوم کرنا
چاہئے محبت صادق کے دل میں منقش ہو جاتی ہے اور اُسکی
محبت صادقہ کا ایک عرض لازم ٹھہر جاتی ہے تب یہ قوۃ خدا
تعالیٰ کے آواز سُننے کے لئے کان کا فایدہ بخشتی ہے اور اُسکے

عجائبات کے دیکھنے کے لئے آنکھوں کی قایم مقام ہو جاتی ہے اور
اُسکے الہامات زبان پر جاری ہونے کے لئے ایک ایسی محرک
حرارت کا کام دیتی ھے جو زبان کے پہیہ کو زور کے ساتھہ الہامی
خط پر چلاتی ہے اور جب تک یہ قوّت پیدا نہ ہو اُسوقت تک
انسان کا دل اندھے کی طرح ہوتا ھے اور زبان اُس ریل
کی گاڑی کی طرح ہوتی ھے جو چلنے والے انجن سے الگ پڑی
ہو لیکن یاد رہے کہ یہ قوّت جو روح القدس سے موسوم ہے ہر یک
دل میں یکساں اور برابر پیدا نہیں ہوتی بلکہ جیسے انسان کی محبت
کامل یا ناقص طور پر ہوتی ھے اُسی اندازہ کے موافق یہ جبریلی
نور اُسپر اثر ڈالتا ھے۔

یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ یہ روح القدس کی قوّت جو دونوں
محبتوں کے ملنے سے انسان کے دل میں جبریلی نور کے پرتوہ سے
پیدا ہو جاتی ہے اِسکے وجود کے لئے یہ امر لازم نہیں کہ ہر وقت
انسان خدا تعالیٰ کا پاک کلام سُنتا ہی رہے یا کشفی طور پر کچھہ دیکھتا
ہی رہے بلکہ یہ تو انوار سماویہ کے پانے کے لئے اسباب قریبہ

کی لہر ہے یا یوں کہو کہ یہ ایک روحانی روشنی روحانی آنکھوں
کے دیکھنے کے لیے یا ایک روحانی ہوا روحانی کانوں تک آواز
پہنچانے کے لئے منجانب اللہ ہے۔ اور ظاہر ہے کہ جب تک کوئی
چیز سامنے موجود نہ ہو مجرد روشنی کچھ دکھا نہیں سکتی اور جب تک
متکلم کے مونہہ سے کلام نہ نکلے مجرد ہوا کانوں تک کوئی خبر نہیں
پہنچا سکتی سو یہ روشنی یا یہ ہوا روحانی حواس کے لئے محض
ایک آسمانی سو یہ عطا کیا جاتا ہے جیسے ظاہری آنکھوں کے لئے
آفتاب کی روشنی اور ظاہری کانوں کے لئے ہوا کا ذریعہ مقرر
کیا گیا ہے۔ اور جب باری تعالیٰ کا ارادہ اس طرف متوجہ ہوتا ہے
کہ اپنا کلام اپنے کسی ملہم کے دل تک پہنچا دے تو اس کی اس
متکلمانہ حرکت سے معاً جبرئیلی نور میں القا کے لئے ایک روشنی
کی موج یا ہوا کی موج یا ملہم کی تحریک لسان کے لئے ایک حرارت
کی موج پیدا ہو جاتی ہے اور اس تموج یا اس حرارت سے بلاتوقف
وہ کلام ملہم کی آنکھوں کے سامنے لکھا ہوا دکھائی دیتا ہے یا
کانوں تک اس کی آواز پہنچتی ہے یا زبان پر وہ الہامی الفاظ

جاری ہوتے ہیں اور روحانی حواس اور روحانی روشنی جو
قبل از الہام ایک قوّت کی طرح ملتی ہے یہ دونوں قوّتیں
اس لئے عطا کیجاتی ہیں کہ تا قبل از نزول الہام الہام کے قبول
کرنے کی استعداد پیدا ہو جائے کیونکہ اگر الہام ایسی حالت
میں نازل کیا جاتا کہ ملہم کا دل حواس روحانی سے محروم ہوتا
یا روح القدس کی روشنی دل کی آنکھ کو پہنچی نہ ہوتی تو وہ
الہام الہی کو کن آنکھوں کی پاک روشنی سے دیکھ سکتا سو
اسی ضرورت کی وجہ سے یہ دونوں پہلے ہی سے ملہمین کو عطا کی
گئیں اور اس تحقیق سے یہ بھی ناظرین سمجھ لیں گے کہ وحی کے
متعلق جبریل کے تین کام ہیں۔

اوّل یہ کہ جب رحم میں ایسے شخص کے وجود کے لئے نُطفہ
پڑتا ہے جسکی فطرت کو اللہ جل شانہ اپنی رحمانیت کے تقاضا سے
جس میں انسان کے عمل کو کچھ دخل نہیں ملہمانہ فطرت بنانا
چاہتا ہے تو اُسپر اسی نُطفہ ہونے کی حالت میں جبریلی نور کا سایہ
ڈال دیتا ہے تب ایسے شخص کی فطرت منجانب اللہ الہامی خاصیت

پیدا کر لیتی ہے اور الہامی حواس اُسکو لیجاتے ہیں۔

پھر دوسرا کام جبرئیل کا یہ ہے کہ جب بندہ کی محبت خدا تعالیٰ کی محبت کے زیرِ سایہ آپڑتی ہے تو خدا تعالیٰ کی مربیانہ حرکت کی وجہ سے جبرئیلی نور میں بھی ایک حرکت پیدا ہوکر محب صادق کے دل پر وہ نور جا پڑتا ہے یعنے اُس نور کا عکس محب صادق کے دل پر پڑکر ایک عکسی تصویر جبرئیل کی اُسمیں پیدا ہوجاتی ہے جو ایک روشنی یا ہوا یا گرمی کا کام دیتی ہے اور بطور ملکہ الہامیہ کے ملہم کے اندر رہتی ہے ایک سرا اسکا جبرئیل کے نور میں غرق ہوتا ہے اور دوسرا ملہم کے دل کے اندر داخل ہوجاتا ہے جسکو دوسرے لفظوں میں روح القدس یا اُسکی تصویر کہہ سکتے ہیں۔

تیسرا کام جبرئیل کا یہ ہے کہ جب خدا تعالیٰ کی طرف سے کسی کلام کا ظہور ہو تو ہوا کی طرح موج میں آکر اس کلام کو دل کے کانوں تک پہنچا دیتا ہے یا روشنی کے پیرایہ میں افروختہ ہوکر اُسکو نظر کے سامنے کر دیتا ہے یا حرارت محرکہ کے پیرایہ میں تیزی پیدا کرکے زبان کو الہامی الفاظ کی طرف چلاتا ہے۔

اس جگہہ میں اُن لوگوں کا وہم بھی دور کرنا چاہتا ہوں جو ان
شکوک اور شبہات میں مبتلا ہیں جو اولیا اور انبیا کے الہامات
اور مکاشفات کو دوسرے لوگوں کی نسبت کیا خصوصیت
ہو سکتی ہے کیونکہ اگر نبیوں اور ولیوں پر امور غیبیہ کُہلتے ہیں
تو دوسرے لوگوں پر بھی کبھی کُہل جاتے ہیں بلکہ بعض
فاسقوں اور نہایت درجہ کے بدکاروں کو بھی سچی خوابیں آجاتی
ہیں اور بعض بڑے درجہ کے بدمعاش اور شریر آدمی اپنے
ایسے مکاشفات بیان کیا کرتے ہیں کہ آخر وہ سچے نکلتے ہیں بسبب
جب کہ اُن لوگوں کے ساتھہ جو اپنے تئیں نبی یا کسی اور خاص
درجہ کے آدمی تصور کرتے ہیں ایسے ایسے بدچلن آدمی بھی شریک
ہیں جو بدچلنیوں اور بدمعاشیوں میں پھنسے ہوئے اور شہرۂ آفاق
ہیں تو نبیوں اور ولیوں کی کیا فضیلت باقی رہی سو میں اسکے
جواب میں کہتا ہوں کہ درحقیقت یہ سوال جسقدر اپنی اصلی کیفیت
رکھتا ہے وہ سب درست اور صحیح ہے اور جبریلی نور کا چمکیلا کچھہ
حصہ تمام جہان میں پھیلا ہوا ہے جس سے کوئی فاسق اور فاجر

اور بڑے درجہ کا بدکار بھی باہر نہیں بلکہ میں یہانتک مانتا ہوں
کہ تجربہ میں آچکا ہے کہ بعض اوقات ایک نہایت درجہ کی فاسقہ
عورت جو کنجریوں کے گروہ میں سے ہے جسکی تمام جوانی بدکاری
میں ہی گذری ہے کبھی سچی خواب دیکھ لیتی ہے اور زیادہ تر
تعجب یہ ہے کہ ایسی عورت کبھی ایسی رات میں بھی کہ جب وہ
بادہ بر سر و آشنا ببر کا مصداق ہوتی ہے کوئی خواب دیکھ
لیتی ہے اور وہ سچی نکلتی ہے مگر یاد رکھنا چاہئے کہ ایسا ہی ہونا
چاہئے تھا کیونکہ جبریلی نور آفتاب کی طرح جو اسکا ہیڈ کوارٹر
ہے تمام معمورہ عالم پر حسب استعداد انکی اثر ڈال رہا ہے اور
کوئی نفس بشر دنیا میں ایسا نہیں کہ بالکل تاریک ہو کم سے
کم ایک ذرہ سی محبت وطن اصلی اور محبوب اصلی کی ادنی ہی ادنی
سرشت میں بھی ہے اس صورت میں نہایت ضروری تھا کہ تمام
بنی آدم پر یہانتک کہ انکے مجانین پر بھی کسیقدر جبریئل کا اثر
ہوتا اور فی الواقعہ ہے بھی کیونکہ مجانین بھی جنکو عوام الناس مجذوب
کہتے ہیں اپنے بعض حالات میں بوجہ اپنے ایک طور کے انقطاع

کے جبریلی نور کے نیچے جا پڑتے ہیں تو کچھ کچھ انکی باطنی آنکھوں
پر اس نور کی روشنی پڑتی ہے جس سے وہ خدا تعالیٰ کے تصرفات
خفیہ کو کچھ کچھ دیکھنے لگتی ہے مگر ایسی خوابوں یا ایسے مکاشفات
سے نبوّت اور ولائیت کو کچھ صدمہ نہیں پہنچتا اور انکی شان بلند
میں کچھ بھی فرق نہیں آتا اور کوئی التباس حیران کرنیوالا واقعہ
نہیں ہوتا کیونکہ درمیان میں ایک ایسا فرق بیّن ہے کہ جو بدیہی
طور پر ہر یک سلیم العقل سمجھ سکتا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ
خواص اور عوام کی خوابیں اور مکاشفات اپنی کیفیّت اور کمیّت
اتصالی و انفصالی میں ہرگز برابر نہیں ہیں جو لوگ خدا تعالیٰ کے
خاص بندے ہیں وہ خارق عادت کے طور پر نعمت غیبی کا حصّہ
لیتے ہیں دُنیا ان نعمتوں میں جو اُنہیں عطا کیجاتی ہیں صرف ایسے
طور کی شریک ہے جیسے شاہ وقت کے خزانہ کے ساتھ
ایک گدا دریوزہ گر ایک درم کے حاصل رکھنے کی وجہ سے شریک
خیال کیا جاوے لیکن ظاہر ہے کہ اس ادنیٰ مشارکت کی وجہ سے
نہ بادشاہ کی شان میں کچھ شکست آسکتی ہے اور نہ اس گدا کی

کچھہ شان بڑہ سکتی ہے اور اگر ذرا غور کرکے دیکھو تو یہ ذرہ مثال
شارکت ایک کرم شب تاب سے جسکو پٹ بیجنا یا جگنو سی کہتے ہیں آفتاب
کے ساتھہ رکھتا ہے تو کیا وہ اس مشارکت کی وجہ سے آفتاب کی عزت میں سے
کوئی حصہ لیسکتا ہی سو جاننا چاہئے کہ درحقیقت تمام فضیلتیں باعتبار اعلی درجہ
کے کمال کے جو کمیت اور کیفیت کے روسے حاصل ہویدا ہوتی ہیں یہ نہیں کہ
ایک حرف کی شناخت سی ایک شخص ایک فاضل اجل کا ہم پایہ ہو جائیگا
یا اتفاقاً ایک مصرعہ بن جانے سی بڑے شاعروںکا ہم پلہ کہلائیگا۔ ذرہ مثال
شراکت سی کوئی نوع حکمت یا حکومت کے خالی نہیں اگر ایک بادشاہ سارے جہان
کی حکومت کرتا ہی تو ایسا ہی ایک مزدور آدمی اپنی جھونپڑی میں اپنے بچوں اور
اپنی بیوی پر حاکم ہی رہی یہ بات کہ خدا تعالی نے نیک بختوں اور بدبختوں میں شارکت
کیوں رکھی اور تخم کے طور پر غافلین کے گروہ کو نعمت غیبی کا کیوں حصہ دیا اسکا
جواب یہ ہی کہ الزام اور اتمام حجت کے لئے تا اس تخمی شراکت کی وجہ سے ہریک منکر
کاملوں کی حالت کا گواہ ہو جاے کیونکہ جبکہ وہ اپنے چھوٹے سے دائرہ استعداد میں
کچھہ نمونہ ان باتوںکا دیکھتا ہے جو ان کاملوں کی زبان سی سنتا ہی بس اس تھوڑی
سی جھلک کی وجہ سے اسکے لئے یہ ممکن نہیں کہ اپنے سچے دل سے ان الہامی امور

سو بکلی غیر ممکن سمجھے سو وہ اس روحانی خاصیت کا ایک ذرا سا نمونہ اپنے اندر
رکھنے کی وجہ سے خدا تعالیٰ کے الزام کے نیچے ہے جسکے رو سے بحالت انکار وہ پکڑا
جائیگا جیسا کہ آجکل کے آریہ خیال کر رہے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے چاروں ویدوں کو
نازل کر کے پھر یک لخت ہمیشہ کے لئے الہامات کی صف کو لپیٹ دیا ہے۔ مگر
خدا تعالیٰ کا قانون قدرت اُنہیں ملزم کرتا ہے جبکہ وہ بچشم خود دیکھتے ہیں کہ یہ
سلسلہ انکشافات غیبیہ کا اب تک جاری ہے اور اُنہیں سے فاسق آدمی بھی کبھی کبھی
سچی خوابیں دیکھ لیتے ہیں پس ظاہر ہے کہ وہ خدا جسنے اپنا روحانی فیض نازل
کرنیسے اس زمانہ کے فاسقوں اور دنیا پرستوں کو بھی محروم نہیں رکھا اور اُن پر بھی
باوجود فقدان کامل مناسبت کے کبھی کبھی رشحات فیض نازل کرتا ہے تو اپنے نیک
بندوں پر جو اسکی مرضی پر چلیں اور اکمل اور اتم طور پر اس سے مناسبت رکھیں کیا
کچھ نازل کرتا نہیں ہوگا اور ایک بھید اس تخمی مشارکت میں یہ ہے کہ تا ہر
ایک شخص کو وہ کیسا ہی فاسق اور بدکار یا کافر خونخوار ہو اس مشارکت پر
غور کرنیسے سمجھ لیوے کہ خدا تعالیٰ نے اُسے ہلاک کرنیکے لئے پیدا نہیں کیا بلکہ
اُسنے اُسکے اندر ترقی کی راہ رکھی ہے اور اُسکو بھی تخم کے طور پر ایک نمو دیا ہے
جسمیں وہ آگے قدم بڑھا سکتا ہے اور وہ فطرتاً خدا تعالیٰ کے خوان نعمت سے

یاددہانی

جو کچھ ہمنے رسالہ فتح اسلام مین الٰہی کارخانہ کے بارے میں جو خداوند عزوجل کیطرف سے ہمارے سپرد ہوا ہے پانچ شاخون کا ذکر کرکے دینی مخلصون اور اسلامی ہمدردون کی ضرورت امداد کے لئے لکھا ہے اسکی طرف ہمارے بااخلاص اور پرجوش بھائیون کو بہت جلد توجہ کرنی چاہیے کہ تا یہ سب کام باحسن طریق شروع ہوجائین ؞

الراقم مرزا غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور

اطلاع بخدمت علماء اسلام

جو کچھ اس عاجز نے مثیل مسیح کے بارے مین لکھا ہے یہ مضمون متفرق طور پر مین رسالون میں درج ہے یعنے فتح اسلام اور توضیح مرام اور ازالہ اوہام مین پس مناسب ہے کہ جبتک کوئی صاحب اِن تینون رسالون کو غور سے نہ دیکھ لین تب تک کسی مخالفانہ راے ظاہر کرنیکے لئے جلدی نہ کریں والسّلام علیٰ من اتبع الھدیٰ +

الراقم

خاکسار مرزا غلام احمد

یادداشت

جو کچھ ہمنے رسالہ فتح اسلام مین الٰہی کارخانہ کے بارے
مین جو خداوند عزوجل کیطرف سے ہمارے سپرد ہوا ہے
پانچ شاخون کا ذکر کر کے دینی مخلصون اور اسلامی
ہمدردون کی ضرورت امداد کے لئے لکھا ہے
اسکی طرف ہمارے بااخلاص اور پرجوش بھائیون
کو بہت جلد توجہ کرنی چاہیے کہ تا یہ سب کام
بااحسن طریق شروع ہو جائین ۔

الراقم مرزا غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور

اطلاع بخدمت علماء اسلام

جو کچھ اس عاجز نے مثیل مسیح کے بارے مین لکھا ہے یہ مضمون متفرق طور پر تین رسالون میں درج ہے یعنے فتح اسلام اور توضیح مرام اور ازالہ اوہام میں پس مناسب ہے کہ جبتک کوئی صاحب ان تینون رسالون کو غور سے نہ دیکھ لین تب تک کسی مخالفانہ رائے ظاہر کرنیکے لئے جلدی نہ کریں والسلام علی من اتبع الھدٰی ✣

الراقم

خاکسار مرزا غلام احمد